بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Sunday, July 6, 1986.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall Parliament House Islamabad at six of the clock, in the evening Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(*RECITATION FROM THE HOLY QURAN*)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَنَٰجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَٰجَوْاْ بِٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ وَمَعْصِيَتِ ٱلرَّسُولِ وَتَنَٰجَوْاْ بِٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِىٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

ترجمہ: ایمان والو تم جب کبھی کوئی مشورہ کرو تو یہ خیال رکھو کہ وہ مشورہ کسی فرد کو نقصان یا تکلیف پہنچانے یا معاشرے میں ظلم و بدی پھیلانے اور رسول کی نافرمانی کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ ہمیشہ لوگوں کی بھلائی اور نیکی اور پارسائی کے کاموں کی تدبیریں سوچو اور مشورے کرو۔ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تمہیں ایک دن جمع ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پہلے رخصت کی درخواستیں لے لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر بیرون ملک تشریف لے گئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے ایوان سے ۳ جولائی تا ۳۱ جولائی ۱۹۸۶ تک کی رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Sunday, July 6, 1986.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall Parliament House Islamabad at six of the clock, in the evening Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(*RECITATION FROM THE HOLY QURAN*)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

ترجمہ: ایمان والو تم جب کبھی کوئی مشورہ کرو تو یہ خیال رکھو کہ وہ مشورہ کسی فرد کو نقصان یا تکلیف پہنچانے یا معاشرے میں ظلم و بدی پھیلانے اور رسول کی نافرمانی کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ ہمیشہ لوگوں کی بھلائی اور نیکی اور پارسائی کے کاموں کی تدبیریں سوچو اور مشورے کرو۔ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تمہیں ایک دن جمع ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پہلے رخصت کی درخواستیں لے لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر بیرون ملک تشریف لے گئے ہیں۔ لہذا انہوں نے ایوان سے ۳ جولائی تا ۳۱ جولائی ۱۹۸۶ تک کی رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: مولانا کوثر نیازی صاحب حکومت جاپان کی دعوت پر جاپان تشریف لے گئے ہیں اس لئے انہوں نے ایوان سے ۳ اور ۴ جولائی ۱۹۸۶ء دو دن ' رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی نے ایوان سے ذاتی وجوہ کی بنا پر ۳ جولائی ۱۹۸۶ء کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: میر یوسف علی خان مگسی نے ذاتی وجوہ کی بنا پر ایوان سے ۳ جولائی تا ۱۸ جولائی ۱۹۸۶ء رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ منظور فرماتے ہین؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: امیر عبداللہ خان روکڑی نے ناسازی طبع کی بنا پر ایوان سے ۳ جولائی ۱۹۸۶ء تا صحت رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب میر نبی بخش زہری اپنے طبعی معائنے کے لئے لندن تشریف لے جا رہے ہیں اس لئے انہوں نے ایوان سے ۶ جولائی تا ۵ اگست ۱۹۸۶ء رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

PRIVILEGE MOTIONS

جناب چیئرمین: پہلی موشن جناب مولانا کوثر نیازی صاحب کی ہے۔ اگر وہ move کر دیں۔

(i) *RE*: PRE-CONDITIONS ATTACHED TO THE VISIT OF PRIME MINISTER OF INDIA TO PAKISTAN

مولانا کوثر نیازی: میری تحریک کا متن یہ ہے کہ پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے بھارت کے دورے کے دوران دہلی ہی میں یہ بیان نشر کر دیا تھا کہ بھارتی وزیر اعظم پاکستان کے دورے پر آمادہ ہو گئے ہیں لیکن راجیو گاندھی نے گذشتہ رات بڑودہ کے مقام پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے واشگاف لفظوں میں کہا ہے کہ ان کے لئے

پاکستان کا دورہ کرنا اسی وقت ممکن ہو گا جب پاکستانی حکومت یقین دلائے کہ وہ بین الاقوامی سطح پر وقت بے وقت کشمیر کا سوال نہیں اٹھائے گی کیونکہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ گذشتہ دنوں پارلیمنٹ میں خارجہ پالیسی پر بحث کے دوران اور اس سے پہلے ارکان پارلیمنٹ کو بریف کرتے ہوئے ہمارے محترم وزیر خارجہ نے بھی بھارتی وزیر اعظم کے دورے کے بارے میں اس طرح کی شرط کا ذکر نہیں کیا۔ سینٹ کے پچھلے اجلاس میں بھی انہوں نے میری ایک تحریک التوا پر دوبارہ بھارتی وزیر اعظم کے دورے میں یقین ظاہر کیا اور بتایا کہ اس سلسلے میں بھارتی وزیر خارجہ کا بیان صحیح نہیں ہے۔ پارلیمنٹ کو بھارتی وزیر اعظم کے دورے کی ان شرائط سے بے خبر رکھنا جن کا اظہار جناب راجیو نے ایک پریس کانفرنس میں کیا ہے پارلیمنٹ کے استحقاق کو مجروح کرنا ہے لہٰذا میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ اس مسئلے پر ایوان میں غور کیا جائے۔

<u>جناب چیئرمین:</u> جناب صاحبزادہ صاحب۔

Sahabzada Yaqub Khan : Sir, Senator, Maulana Kausar Niazi has tabled a privilege motion on the ground that I had not informed this august House of pre-condition attached to the visit of the Prime Minister of India, Mr. Rajiv Gandhi to Pakistan. The motion appears to be based on conjecture and hardly involves any breach of privilege of the House. The motion failing to raise any specific question of privilege requiring interference of the Senate is inadmissible under Rule 59(2) and (3). However, I would be happy to recall briefly the events directly related to the announcement concerning the expected visit of the Prime Minister of India. The President of Pakistan visited New Delhi on 17th December, 1985 and discussed Indo-Pakistan relations with the Indian Prime Minister in a cordial atmosphere. A number of decisions were announced at the joint Press Conference held by the President of Pakistan and the Prime Minister of India immediately after their discussions. These decisions included the time-table for the meetings of the Ministers for Finance and the Foreign Secretaries of the two countries as well as the next meeting of the Indo-Pakistan Joint Commission. It was visualized that these meetings would culminate in the visit of the Prime Minister of India to Pakistan during the first half of this year.

[Sahabzada Yaqub Khan]

I would like to state in categorical terms that apart from this sequence and process of consultations, there were no conditions on which the visit of the Indian Prime Minister would in any way depend. The question of the visit to be contingent upon any assurances in regard to the Kashmir Issue did not arise. In fact, the President stated during his Press Conference in New Delhi on 17th December, 1985 that Kashmir was a dispute between Pakistan and India. The President added that in our efforts to normalise relations and I quote "We are starting from areas of agreements rather than from areas of disagreements. The Kashmir question will come up at its proper time."

On 3rd June, 1986, our Prime Minister stated in the Parliament that Kashmir is a dispute between Pakistan and India and that it would be taken up at the appropriate time. He specifically mentioned the United Nations Resolutions and the Simla Agreement and indicated in reply to a supplementary question that he would take up the questions of Kashmir and Siachin Glacier with the Prime Minister of India during his proposed visit to Pakistan. I hope, that this narration of facts would set the mind of my esteemed friend, Senators, Maulana Kausar Niazi, at rest in regard to the visit of the Prime Minister of India to Pakistan which we earnestly hope, would take place.

It is my firm belief that this visit would serve the best interests of both the countries and would strengthen the cause of peace and stability in our region. It would always be our constant endeavour to keep the Parliament informed of the further developments in this connection. I, sincerely, hope that the distinguished Senator would not press his Motion as there has never been the slightest breach of the privilege of this august House. Thank you, Sir.

جناب چیئرمین: جناب مولانا کوثر نیازی صاحب اس وضاحت کے بعد کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

مولانا کوثر نیازی: میں ان کے ارشادات کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ مگر آپ مجھ سے صرف یہ سوال کر رہے ہیں کہ میں مطمئن ہوں یا نہیں۔ حالانکہ ابھی یہ سوال زیر بحث ہے کہ

یہ تحریک ایڈمسبل ہے یا نہیں۔ مجھے اپنی گزارشات پیش کرنے دیں اور پھر صاحبزادہ صاحب اس کا جواب دیں اور پھر آپ کو فیصلہ صادر کرنا ہے۔

جناب چیئرمین! ہمیں اس بات کا چنداں اشتیاق نہیں کہ یہاں کسی ملک کا کوئی سربراہ آتا ہے یا نہیں آتا یہ دو طرفہ محبت اور تعلق کی بات ہوتی ہے۔ ون وے ٹریفک نہیں ہوتی۔ جس پریس کانفرنس کا محترم صاحبزادہ صاحب نے ذکر کیا اس پریس کانفرنس کی details میں اگر میں گیا تو پھر بات بڑھ جائے گی اور کچھ حقائق بھی کھلیں گے اسی پریس کانفرنس میں راجیو گاندھی نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ پاکستان جانے پر رضامند ہیں۔ ہم نے اعلان کیا تھا کہ راجیو گاندھی پاکستان آنے پر ازراہ کرم رضامند ہو گئے ہیں اور پھر ہم نے ان کے لئے جان' مال اور درازئی عمر کی دعائیں بھی کیں اور ہم فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے پاکستان کی سرزمین پر نازل ہوئے۔

میں جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ کو جب بھی کوئی بات حکومت کی طرف سے بتائی جائے تو وہ ادھوری سچائی نہیں ہونی چاہئے۔ اس میں تمام کوائف بکمال و تمام ہمارے سامنے رکھنے چاہئیں اگر اس طرح کی کوئی شرط بھارتی وزیر اعظم کے ذہن میں تھی اور گفتگو میں آئی تھی تو وہ بھی ہمارے سامنے آنی چاہئے تھی تاکہ ہم یہ غور کر سکتے کہ آیا یہ دورہ اس قیمت پر ہمیں قبول ہے یا نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا ہے۔ بہرحال صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ شرط نہیں تھی۔

جناب چیئرمین : کوئی بھی شرط نہیں تھی۔ انہوں نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

مولانا کوثر نیازی : جی ہاں' وہ یہ ارشاد فرما رہے ہیں مگر نہ آپ وہاں تھے نہ میں تھا۔ بات صرف یہ ہے کہ ایک فریق کہہ رہا ہے کہ کوئی شرط نہ تھی دوسرا فریق کہتا ہے کہ شرط تھی۔

اب کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے
لائے ہیں بزم یار سے لوگ خبر الگ الگ

اب ہم حسن ظن سے کام لیتے ہوئے صاحبزادہ صاحب کے اس بیان کو قبول کرتے ہیں کہ کوئی شرط ایسی نہیں تھی لیکن ہم ضرور ان سے عرض کریں گے کہ وہ دورے کی آس ضرور لگائیں اور امید بھی قائم رکھیں لیکن اس میں جو ہمارا قومی وقار ہے ازراہ کرم اس کی وہ ہمیشہ پاسبانی کرتے رہیں جیسا کہ اب تک وہ کرتے رہے ہیں۔ میں ان کے بیان کے بعد اور ان کے احترام

[Maulana Kausar Niazi]

کے پیش نظر کہ انہوں نے وضاحت کر دی ہے اپنی اس تحریک پر بہرحال زیادہ اصرار نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ میں اتنا عرض کر دوں کہ جہاں تک پریس سٹیٹمنٹ کا تعلق ہے۔ میں پہلے بھی اس ایوان میں یہ رولنگ دے چکا ہوں

"Where facts are not admitted by the Government a member desirous to move a motion must adduce further evidence or other authentic information to support the motion.

اس صورت میں صرف اخبار کے تراشے پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور ممبران صاحبان کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ مزید شہادت پیش کریں کہ واقعی ایسا ہوا ہے۔ جیسا کہ محترم مولانا کوثر نیازی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے سامنے دو بیان ہیں۔ ایک راجیو گاندھی کا ہے ایک محترم فارن منسٹر کا ہے۔ مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ہم اپنے فارن منسٹر پر اعتماد نہ کر کے راجیو گاندھی صاحب کے بیان پر اعتماد کریں۔ بہرحال آپ اس پر زیادہ اصرار نہیں کر رہے۔ نیکسٹ۔ پرویلیج موشن نمبر ۳۔ جناب عبدالرحیم میرداد خیل صاحب۔

(ii) *RE*: PERMISSION NOT ALLOWED TO A SENATOR TO SEE THE AILING WORKERS IN THE CIVIL HOSPITAL QUETTA BY JAIL AUTHORITIES.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں کہ روزنامہ کوئٹہ میں مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۸۶ء کو یہ خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی ہے کہ میں اپنے چند کارکنوں کے ساتھ سول جیل ہسپتال کوئٹہ وارڈ میں مزدور قیدیوں کو دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ تاکہ ان کی عیادت کر سکوں اور وہاں متعین عملے نے مجھے اور میرے کارکنوں کو ملنے نہیں دیا۔ اس بارے میں میں نے جیل حکام اور سول ہسپتال سے بھی رابطہ قائم کیا۔ مگر کسی نے جانے کی اجازت نہیں دی۔ لہٰذا میں وہاں سے واپس آ گیا جس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میں ایوان سے ملتمس ہوں کہ اس پر غور کیا جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mr. Iqbal Ahmed Khan: Opposed.

جناب چیئرمین: اس کو اپوز کیا جا رہا ہے۔ آپ اس کی وضاحت میں کچھ کہنا چاہیں تو فرمائیے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: وزیر صحت صاحب تو نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: پارلیمنٹری افیئرز کے انچارج موجود ہیں اور ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں، وہی اس کو اپوز کر رہے ہیں۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب چیئرمین! میں تو بھارت کی بات نہیں کروں گا نہ وزیراعظم کی بات کروں گا۔ وہ تو زِیربحث ہو گئی تھی لیکن بات یہ ہے کہ پاکستان کے غریب عوام سے مجھے جو دلچسپی ہے اور انہیں جو تکالیف درپیش ہیں مجھے اس پر نظر رکھنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غریب عوام کے نمائندہ کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض بنتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جو مریض ہو اس کی عیادت کے لئے جانا چاہئے اور یہ کار ثواب ہے۔ چونکہ بلوچستان ایک ایسا صوبہ ہے جس سے سوئی گیس نکلتی ہے اور پورا پاکستان اس دولت سے مالا مال ہے۔ لیکن بدقسمتی سے جو مزدور سوئی گیس نکالتے ہیں وہ ایسی حالت میں ہیں جو قابل رحم ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مطالبات تسلیم کروانے کے لئے حکام سے بار بار یہ مطالبہ کیا کہ ہمارے جائز مسائل کو حل کیجئے لیکن ان حکام نے انکار کر دیا اور اس پر وہ چار و ناچار بھوک ہڑتال پر مجبور ہو گئے۔ پھر اس بھوک ہڑتال کی وجہ سے وہ بیمار ہو گئے اور ان کو سول ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ اس وقت میں دورے پر تھا۔ میں نے فوراً اپنا دورہ منسوخ کیا اور فوراً سول ہسپتال پہنچا۔ میں نے ان سے رابطہ قائم کرنا چاہا تو مجھے دربان نے کہا کہ آپ جیل سپرنٹنڈنٹ سے رابطہ قائم کریں۔ میں نے وہاں ٹیلیفون کیا اور میں خود بھی وہاں گیا لیکن سپرنٹنڈنٹ صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے۔ پھر میں نے سول ہسپتال کے ایڈمنسٹریٹر سے بات کی تو انہوں نے بھی انکار کر دیا کہ آپ نہیں جا سکتے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں انہیں مناؤں، ان کی فریاد سنوں اور حکام سے بات کروں تاکہ وہ ہڑتال ختم کریں اور ان کے علاج معالجے سے بھی آگاہ ہونا چاہتا تھا۔ یہی میرا مقصد تھا۔ میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ میں اپنا نام پیدا کروں بلکہ بحیثیت ایک نمائندہ میرا یہ فرض بھی بنتا ہے کہ میں مزدوروں کے حالات کا جائزہ لوں اور آپ کے سامنے رکھوں۔ یہی میرا مقصد تھا۔

جناب چیئرمین: آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ اس سے آپ کا حق کیسے مجروح ہوا ہے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: سینٹ کے ممبر ہونے کی حیثیت سے میں گیا تھا اور ان سے میں نے بات کی کہ میں بحیثیت ایک سینٹر کے ان سے بات کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اجازت نہیں ہے۔ یہ اجازت کہاں سے ملتی ہے اور کیوں ہمارا استحقاق اس طرح مجروح کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: جناب وزیر انصاف اور پارلیمنٹری افیئرز۔

جناب اقبال احمد خان: شکریہ جناب چیئرمین! معزز سینٹر نے اس موشن کو پیش کرنے کے لئے ''مشرق'' اخبار کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ اگر ان کو شکایت تھی تو وہ خود بھی اس پر اظہار فرما سکتے تھے۔ اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا استحقاق تو مجروح نہیں ہوا تھا۔ جب اخبار میں خبر چھپی تو ان کو خیال آیا کہ شاید یہ استحقاق کی بات تھی جو انہوں نے پیش کر دی۔ کیونکہ اخبار نے انہی کے دورے کی خبر چھاپی ہے کسی اور کی نہیں۔ بہرحال اب چونکہ یہ اخبار میں چھپا ہے اور اخبار کے حوالے سے انہوں نے ارشاد فرمایا ہے تو جناب والا! آپ کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ جیل کے کچھ رولز ہوتے ہیں۔ یہ سول ہسپتال کی بات نہیں ہے، جیل کے ہسپتال کی بات ہے اور جیل میں جانے کے لئے باقاعدہ منظوری کی ضرورت ہے۔

معزز سینٹر نے کبھی اس قسم کی کوشش نہیں کی کہ جیل مینول کے مطابق کسی قیدی سے ملاقات کی کوئی درخواست کی ہو کوئی اجازت مانگی ہو اور ان کو اجازت نہ دی گئی ہو۔ ایسی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہم نے پراونشل گورنمنٹ سے رپورٹ منگوائی ہے۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ چونکہ بغیر قانون کی ضروریات پوری کئے کوئی بھی آدمی جیل کا visit نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کوشش کی ہو اور کسی نے ان کو روک دیا ہو۔ میں آج ان کی خدمت میں آپ کی وساطت سے گذارش کروں گا کہ جب بھی وہ جیل کا visit کرنا چاہیں وہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کو درخواست دیں اور most welcome جس مرحلے پر جس وقت چاہیں visit کر سکتے ہیں۔ کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔ لیکن بہرحال قانون اور ضابطوں کی پابندی کرنی چاہیئے کیونکہ باضابطہ کسی خواہش کا ان کی طرف اظہار نہیں کیا گیا تھا، اس لئے ان کو جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہ ان کا استحقاق نہیں کہ وہ جس وقت چاہیں، اور جب

چاہیں، جیل کو visit کر سکیں یا قیدیوں سے ملاقات کر سکیں۔ اس لئے ان کو روکا گیا تھا اس سے ان کا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ میں ایک دفعہ پھر ان سے عرض کروں گا کہ اگر آپ جیل کے قیدیوں سے ملنا چاہتے ہیں تو اس مقصد کے لئے جب بھی آپ ہوم ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کریں گے وہ فوراً آپ کو اس کی اجازت دے دیں گے۔ کسی قسم کی کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی۔

جناب چیئرمین: جی، میرداد خیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ میں نے اس چیز کے متعلق انتظامیہ سول ہسپتال اور سول ہسپتال سے ملحقہ بنگلہ میں خود جا کر بات کی ہے اس کے باوجود انہوں نے مجھے روکا ہے۔ میرا مقصد جیل کا معائنہ کرنا نہیں تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جب کوئی مریض مر رہا ہو تو اس کی عیادت کرنا ضروری ہے، اس کے لئے دعا کرنا ضروری ہوتا ہے آپ کے ایک چھوٹے سے بچے کو زکام لگ جائے تو آپ کو کتنی پریشانی ہوتی ہے آپ خود احساس کریں، بحیثیت ایک مسلمان کے، بحیثیت ایک وزیر کے اور مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے محسوس کریں کہ ان کی وہاں کیا حالت ہوگی۔ یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ جس کو ہماری ضرورت ہو خواہ وہ مزدور ہو یا محنت کش ہم اس کی خدمت کریں۔ اگر کسی مزدور کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو ہم اس کے لئے جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں لیکن حکومت کو احساس نہیں ہوتا ہے۔ خواہ طوفان ہو، زلزلہ ہو، کیسے بھی حالات ہوں ہم حکومت سے پہلے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کو پہنچتے ہیں۔ یہ ہمارے ضمیر کی آواز ہے۔ ہم وہاں سول ہسپتال میں عیش و عشرت کے لئے نہیں گئے تھے۔ ہم تو وہاں انسانی جذبہ کے تحت بحیثیت مسلمان کے جانا چاہتے تھے جو کہ ہمیں نہیں جانے دیا گیا۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں، اس بات کی وضاحت نہیں ہوئی کہ سپرنٹنڈنٹ جیل نے آپ کو ملاقات کی اجازت دی تھی اس مریض کو دیکھنے کے لئے کہ نہیں دی تھی۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: اس کے لئے سول ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ سے اجازت لینے کے لئے بات کی تھی۔

جناب چیئرمین: اس نے آپ کو اجازت دی تھی یا نہیں۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل یہی تو جناب عرض کر رہا ہوں کہ اس نے اجازت نہیں دی تھی۔

قاضی حسین احمد: جناب والا، میں بھی ایک دو منٹ اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ابھی تو اس کی admissibility پر بات ہو رہی ہے۔ اس موقع پر آپ اس پر بحث نہیں کر سکتے۔

قاضی حسین احمد: میں مختصراً عرض کروں گا۔ بحث نہیں کروں گا بلکہ ایڈمسیبلٹی پر بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: اچھا ٹھیک ہے۔

قاضی حسین احمد: پہلی بات تو جناب چیئرمین! یہ ہے کہ وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ اخبار کے ذریعہ سے ان کا پریویلیج مجروح ہوا ہے۔ میرے خیال میں اخبار کی جو خبر ہے انہوں نے صرف شہادت اور گواہی کے طور پر پیش کی ہے کہ ان کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ ان کی یہ ذاتی خبر نہیں ہے کہ جو یہ ہمیں سنا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: صحیح ہے۔

قاضی حسین احمد: بلکہ ان کے ساتھ آمدہ واقعہ کے ساتھ اخبار کی گواہی بھی شامل ہے۔ دوسرا نقطہ ان کا یہ ہے کہ بحیثیت ایک سینٹر کے، وہ اس ملک کے ایک بہت ہی، ذمہ دار شہری ہیں اور اگر ان کو آپ کی گورنمنٹ کے مختلف دفاتر میں، ائیرپورٹ پر یا دوسری جگہوں پر استحقاق حاصل ہیں تو اسی طرح پر اگر وہ کسی جگہ پر ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو ان کی یہ حیثیت ہونی چاہئے کہ ان کو خوش آمدید کہا جائے اور ان کو ملاقات کرنے دی جائے۔ اگر ایک ہسپتال میں ایک مریض پڑا ہوا ہو تو یہ اتنا نامناسب بھی نہیں ہوتا کہ ایک سینٹر اس سے مل لے۔ یہ خطرناک بات نہیں ہے۔ اس لئے بطور سینٹر ان کا یہ حق اس بات کا مطالبہ کرے گا وہ کسی بھی جیل میں، یا کسی دوسری جگہ کسی ذمہ دار آدمی سے بات کریں کہ میں ایک سینٹر ہوں اور اس ملک کے عوام کا ایک نمائندہ ہوں میں کسی سلسلہ میں فلاں آدمی سے ملنا چاہتا ہوں، یا کسی چیز کا معائنہ کرنا ہے، یا کسی کی عیادت کرنا ہے یا کوئی معلومات حاصل کرنا ہیں تو یہ اس کا استحقاق بنتا ہے کہ اس کو ملنے کی اجازت دی جائے یا اسے معلومات فراہم کی جائیں۔

جناب چیئرمین: پچھلے اجلاس میں اور اس سے پچھلے اجلاس میں یہی مسئلہ کسی اور فارم

میں اٹھاتھا۔ اس ضمن میں، میں نے عرض کیا تھا کہ اس ایوان میں ہماری حیثیت دو طرح کی ہے ایک حیثیت ایک عام شہری کی ہے اور دوسری حیثیت بطور سینٹر کے ہے۔ بحیثیت سینٹر کے ہمارے وہی حقوق اور استحقاق بنتے ہیں جو کسی قانون یا آئین میں recognized ہیں یا پارلیمانی پریکٹس کے تحت آتے ہیں۔ صرف یہ کہنا کہ میں سینٹر ہوں یا میں چیئرمین ہوں یا میں کوئی عہدہ رکھتا ہوں اس بنا پر ہمارا ایک عام شہری کے مقابلے میں کوئی زیادہ استحقاق نہیں بنتا۔ ان قوانین کی پابندی جو ایک عام شہری پر لاگو ہیں وہ ہم سب پر بھی لاگو ضروری ہے۔ استحقاق کا معاملہ ایک بہت اہم معاملہ ہوتا ہے یہ حق مجروح ہوا ہے یا نہیں اسے بہت غور سے دیکھا جاتا ہے۔ صرف وہی چیز استحقاق کے دائرے میں آتی ہے جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ جو آئین اور قانون کے تحت تفویض کی گئی ہو۔ اس کیس کے بارے میں جو میر داد خیل صاحب نے فرمایا اگر اس کے بارے میں، میں انگریزی میں وضاحت کر دوں تو مجھے زیادہ آسانی ہو گی۔

A breach of privilege could legitimately arise only if the Senator was obstructed in the discharge of his duty as a Senator connected with or arising out of the business of the House. In all other matters he is to be treated *at par* with an ordinary citizen of the country and as such enjoys only those rights which are available to an ordinary citizen under the Constitution and under the Law. He can not claim any superior right except those which are expressely conferred on him as a Senator under the Constitution, and under the Law. Jail Authorities have their own rules and regulations to follow and as a Police Constable can stop any one of us at a traffic signal, whether we are Senators or we are otherwise. The same applies to the Jail Authorities also. So, I am afraid it will have to be ruled out of order because it does not involve any breach of privilege of the honourable member as a Senator.

ایک معزز رکن: جناب والا! ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اگر کسی مسئلہ پر رولنگ آ جائے تو مزید بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ ملک فرید اللہ خان صاحب، موشن نمبر ۵۔

[Mr. Chairman]

PREVILEGE MOTION ; *RE*: APPOINTMENT OF AN ACTING GOVERNOR IN THE ABSENCE OF A GOVERNOR

حاجی ملک فرید اللہ خان: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ معزز ایوان اس تحریک پر غور فرمائے کہ صوبہ سرحد کے سابق گورنر نواب زادہ عبدالغفور خان ہوتی کے بوجہ علالت ایک ہفتہ رخصت پر لندن روانہ ہونے کی وجہ سے حکومت پاکستان نے جسٹس عثمان علی شاہ کو قائمقام گورنر صوبہ سرحد مقرر کیا اور ان سے قائمقام گورنر کا حلف بھی اٹھوایا۔ لیکن چند ہی روز بعد نوابزادہ عبدالغفور خان ہوتی مستعفی ہو گئے اور آئین کی رو سے قائمقام گورنر کی تقرری تب ہی ممکن ہے جب گورنر رخصت پر ہو اب جبکہ گورنر موجود ہی نہیں تو قائمقام گورنر کا تصور غلط ہو جاتا ہے جبکہ گذشتہ ڈیڑھ ماہ سے جسٹس عثمان علی شاہ بدستور قائمقام گورنر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں جو کہ سراسر غیر جمہوری اور غیر آئینی ہے۔ حکومت وقت کے اس غیر آئینی اقدام سے اس معزز ایوان کا استحقاق بری طرح مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا مستدعی ہوں کہ ایوان حکومت کے اس غیر آئینی اقدام پر تفصیلاً غور فرمائے۔

Mr. Chairman : Is it being opposed ?

Mr. Iqbal Ahmed Khan : I oppose, Sir ;

جناب چیئرمین: ملک صاحب، آپ اس کی کچھ وضاحت کرنا چاہیں گے۔

حاجی ملک فرید اللہ خان: جناب والا! یہ ایک آئینی معاملہ ہے اس سے پہلے کہ میں اس کی وضاحت کروں آئین کے آرٹیکل ۱۰۴ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

"104— When the Governor is absent from Pakistan or is unable to perform the functions of his office due to any cause, such other person as the President may direct shall act as Governor."

جناب والا! اس میں یہ واضح ہے کہ جب گورنر رخصت پر ہو یا ڈیوٹی دینے سے قاصر ہو مثلاً بیمار ہو تو اس صورت میں قائم مقام گورنر fullfledged گورنر کی جگہ کام کرے گا اس عرصہ کے لئے جس عرصہ میں وہ رخصت پر رہے لیکن اب تین مہینے کا عرصہ ہو گیا ہے۔ جناب والا! صوبہ سرحد ایک نہایت ہی حساس صوبہ ہے۔ خصوصاً مغربی سرحدوں کے حالات ٹھیک نہیں اور گورنر کے نہ ہونے کی وجہ سے پالیسی decisions پر اثر پڑ رہا ہے اور حکومت تین

مہینے میں اب تک یہ فیصلہ نہیں کر سکی کہ صوبہ سرحد میں ایک گورنر کی انتہائی ضرورت ہے۔ اب تو جناب والا! حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ حکومت میں گورنر مقرر کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ اب اخبار میں ایک بیان دے دیا جائے کہ " ضرورت ہے ایک گورنر برائے صوبہ سرحد مندرجہ ذیل کوائف کے ساتھ " یہ آئین کی کھلی خلاف ورزی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آئین حکومت کا بنایا ہوا ہے اگر ہم نے آئین کے ضابطوں کی پابندی نہ کی تو لوگوں کا اعتماد اس معزز ایوان سے اٹھ جائے گا۔ میں گذارش کروں گا کہ چونکہ یہ انتہائی اہم اور حساس معاملہ ہے لہٰذا اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور اس پر تفصیلاً بحث کی جائے۔

جناب چیئرمین: وزیر انصاف و پارلیمانی امور اقبال احمد خان صاحب۔

جناب اقبال احمد خان: جناب والا! صوبہ سرحد کے گورنر جناب عبدالغفور خان صاحب ہوتی بیرون ملک رخصت پر چلے گئے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی جگہ قائم مقام گورنر مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے باہر ہی سے اپنا استعفیٰ بھیج دیا اور ایکٹنگ گورنر صاحب چونکہ پہلے ہی سے مقرر کئے گئے تھے وہ اس پر کام کرتے رہے' ابھی گورنر مقرر نہیں ہوا' درست بات ہے' سوال یہ ہے کہ اس کی تقرری یا عدم تقرری سے کون سا استحقاق اس معزز ایوان کا یا کسی معزز سینٹر کا مجروح ہوا ہے۔ ابھی پچھلی رولنگ پر فیصلہ دیتے ہوئے آپ نے اسی ضمن میں فرمایا تھا کہ اگر کسی معزز رکن کا استحقاق مجروح ہو بشرطیکہ انہیں وہ حق کسی آئین یا قانون کی رو سے ملا ہو تو پھر استحقاق کی بات ہو سکتی ہے۔ اب جناب والا! ہم دیکھتے ہیں کہ گورنر کی تقرری کا حق کس کو حاصل ہے۔ ہمارے آئین کی آرٹیکل ۱۰۱ کے تحت گورنر کی تقرری کا حق صدر مملکت کو ہے جو وہ وزیر اعظم کے مشورے سے مقرر کریں گے' آرٹیکل ۱۰۱ ہے

"101 There shall be a Governor for each province, who shall be appointed by the President, after consultation with the Prime Minister."

یہ ان کا ایک حق ہے جس کو وہ استعمال کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے کوئی ٹائم مقرر نہیں ہے۔ اب جناب آپ اگر آرٹیکل ۱۰۴ ملاحظہ فرمائیں تو وہ بالکل واضح ہے۔ اس میں درج ہے

Article 104 When the Governor is absent from Pakistan or is unable to perform the functions of his office due to any cause,

[Mr. Iqbal Ahmed Khan]

such other person as the President may direct shall act as Governor.

اس اسامی کو fill in ابھی نہیں کیا گیا اور اس کی جگہ آرٹیکل ۱۰۱ کے تحت ایکٹنگ گورنر مقرر ہے۔ اب جناب اس سارے آئین کے اندر یہ کہیں درج نہیں ہے کہ اگر اس قسم کی اسامی ہو تو اس کو کتنے عرصے کے اندر پر کرنا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس کی تقرری میں دیر ہو گئی ہے اس سے کوئی آئین کی خلاف ورزی ہوئی ہے یا یہ کہ کوئی استحقاق مجروح ہوا ہے جناب والا! یہ درست نہیں ہے۔ اب استحقاق کے متعلق جو ہمارے رولز ہیں ان میں جو شرط دی گئی ہے وہ شرط یہ ہے

The matter shall be such as requires the intervention of the Senate.

اب جناب اس میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس میں سینٹ کی منظوری کی ضرورت ہے۔ یہ صدر کا Prerogative ہے اور پھر اس میں دوسری ٹیکنیکل بنیاد جو میں عرض کروں گا وہ رول ۵۹ کلاز (۲) ہے اس میں جناب لکھا ہے

The question shall relate to a specific matter and shall be raised at the earliest opportunity.

اب جناب یہ ان کے کہنے کے مطابق کافی عرصے سے مسئلہ پینڈنگ ہے اور یہ جو موشن انہوں نے دی ہے جناب یہ ۱۵ جون کو دی ہے چنانچہ earliest opportunities بھی یہاں اس ایوان میں پیش نہیں کی گئی اور دو ٹیکنیکل وجوہات کی بنا پر یہ ایڈمیسیبل نہیں ہے اور ویسے بھی جناب اگر یہ ٹیکنیکل وجوہات نہ بھی ہوں تو اس سے کوئی استحقاق مجروح ہونے کی بات نہیں ہے جس کے سلسلے میں ہم یہاں اس نقطے کو اٹھا سکیں۔ میں ان سے عرض کروں گا کہ اس کو پریس نہ کریں یہ ایڈمیسیبل نہیں ہے۔ بہر حال اگر ان کا اصرار ہو تو پھر میری یہ گذارش ہوگی کہ یہ ٹیکنیکل بنیاد پر یہاں پیش نہیں ہو سکتی اور ساتھ ہی ساتھ کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا اور انہوں نے اپنے ارشادات میں یہاں بھی ذکر نہیں کیا کہ کس طریقے سے ان کا یا اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جناب فرید اللہ خان صاحب۔

حاجی ملک فرید اللہ خان: جناب چیئرمین! وزیر انصاف صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ یہ جو تحریک استحقاق ہے یہ دیر سے موصول ہوئی ہے۔ جناب یہ میں نے ۲۹ مئی کو بھیجی تھی ۱۵ جون

کو نہیں، بلکہ ۲۹ مئی، دوسری بات یہ ہے کہ استحقاق کہاں مجروح ہوتا ہے تو جناب والا! میں یہ گذارش کروں گا کہ اگر آئین کے ضابطوں کی خلاف ورزی ہو تو واضح طور پر سینٹ کا استحقاق مجروح ہوتا ہے کیوں کہ ایک تو ہم حلف اٹھا چکے ہیں کہ ہم اس کتاب میں جو کچھ بھی تحریر ہے اس سے باہر نہیں جائیں گے۔ یہ تو بجا ہے لیکن اگر آئین کے ضابطوں کے خلاف کوئی کام ہوتا ہے تو اس سے واضح استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ صدر مملکت کو بے شک اس آئین کے تحت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ گورنر کی تقرری کر سکتے ہیں وزیر اعظم کے مشورے کے ساتھ لیکن وہ کس طریقے سے کر سکتے ہیں، کہاں کر سکتے ہیں اور اس کا طریقہ کار کیا ہے وہ آئین میں موجود ہے۔

جناب والا! جب گورنر موجود ہی نہیں، رخصت پر نہیں، وہ مستعفی ہو گئے ہیں اور اس میں یہ بھی واضح ہے کہ کون گورنر بن سکتا ہے وہ شخص جس کے قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے کوائف درست ہوں یعنی وہ قومی اسمبلی کا امیدوار ہو سکتا ہو۔

Article 101(2) A person shall not be appointed as a Governor unless he is qualified to be elected as a member of the National Assembly and is not less than thirty-five years of age.

اس میں یہ کلئیر ہے کہ جسٹس عثمان علی شاہ صاحب سرکار دولت مدار کے ملازم ہیں، سرکاری ملازم ہیں، وہ قائم مقام گورنر تو بن سکتے ہیں لیکن وہ fullfledged گورنر نہیں بن سکتے۔ یہی نقطہ ہے کہ اس گورنر نے قائم مقام گورنر کی حیثیت سے حلف اٹھایا ہے، اب گورنر موجود ہی نہیں ہے وہ مستعفی ہو گیا ہے تو وزیر انصاف صاحب کیا فرمائیں گے کہ اب کیا پوزیشن ہو گی۔

<u>جناب چیئرمین</u>: جہاں تک آئین کا تعلق ہے میں آپ کو چند معروضات پیش کرتا ہوں اسکی روشنی میں پھر آپ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ پہلا تو آرٹیکل ۱۰۱ ہے جس میں ہے

Article 101(1) There shall be a Governor for each Province, who shall be appointed by the President after consultation with the Prime Minister.

جہاں تک مستقل گورنر کی تقرری کا تعلق ہے آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔ اس کے بعد آتا ہے کہ

[Mr. Chairman]

Article 101(3) The Governor shall hold office during the pleasure of the President; and

(4) The Governor may, by writing under his hand addressed to the President, resign his office.

جو واقعات آپ نے بیان کئے ہیں گورنر باہر چلا گیا تھا اور اس کی غیر حاضری میں گورنر جسٹس عثمان علی شاہ صاحب کو ایکٹنگ گورنر لگایا گیا۔ گورنر جو مستقل گورنر تھا اس نے باہر سے استعفیٰ بھیجا اور وہ استعفیٰ منظور کر لیا گیا اب آپ کا ارشاد بالکل صحیح ہے کہ اب ایک مستقل اسامی پیدا ہوئی ہے لیکن آئین میں کوئی ایسا حکم مجھے کم از کم نظر نہیں آیا، کہ کتنے عرصے میں اس اسامی کو پر کیا جائے۔ تو واقعات یہ ہیں کہ جس وقت جسٹس عثمان علی شاہ صاحب کو ایکٹنگ گورنر مقرر کیا گیا وہ بالکل صحیح تقرری تھی، بعد میں چونکہ مستقل گورنر نے استعفیٰ بھیجا اور وہ استعفیٰ بھی منظور ہوا، یہ جو contingency ہے یہ آئین میں cover نہیں ہے۔ ایک طرح سے یہ cover ہو جاتی ہے اور میں آپ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ اگر آپ آئین کا آرٹیکل ۱۰۱، سب آرٹیکل ۵ پڑھیں جس میں یہ کہ

Article 101(5) The President may make such provision as he thinks fit for the discharge of the functions of a Governor,

تو اس پارٹ میں جو contingencies provided for ہیں وہ یہ ہیں کہ یا تو وہ مستقل vacancy ہو، جس پر پریذیڈنٹ صاحب in consultation with the Prime Minister کسی کی **اپوائنٹمنٹ** کریں، یا ٹمپریری کوئی غیر حاضری ہے تو وہ قائمقام گورنر مقرر کرے آرٹیکل ۱۰۴ کے تحت اب یہ واقعات ایسے تھے کہ ایکٹنگ گورنر کو اپوائنٹ کیا گیا اس کے بعد پھر Permanent vacancy arise ہوئی ہے اس کے بعد پھر in the meantime وہ شخص continue کرے یا اس کو کہہ دیا جائے کہ تمہیں اب چھٹی ہے کوئی اور لگائیں گے لیکن اس کے لئے ٹائم فریم مقرر نہیں ہے تو

This is a situation which is entirely governed by Article 101(5) read with Article 104 that the President may make such provision as it thinks fit for the discharge of the function of the Governor in any contingency not provided for in this part.

تو یہ تو آئین کا تعلق ہے۔ اب یہ نئی امنڈمنٹ ہے آپ نے شاید نوٹس نہیں لیا،

This amendment was brought in 77 aided by Act 18th of 1985.

اس میں اس کا ذکر ہے۔ تو یہ تو آئینی پوزیشن ہے۔

دوسرا جہاں تک آپ نے استحقاق کا ذکر کیا اس کے متعلق میں پہلے بھی اسی ایوان میں، مجھ سے پہلے کچھ لوگوں نے رولنگز دی ہیں اور میں نے ایک آدھ رولنگ ان کی quote بھی کی ہے کہ یہ جو constitutionality ہے آیا یہ ہاؤس جج کر سکتا ہے یا کانسٹی ٹیوشن کے تحت کوئی اور ادارہ ہے۔ پچھلی دفعہ جو میں نے رولنگ دی تھی، وہ اگر اس کو اپلائی کرے تو وہ صورت اس طرح بنے گی۔

Assuming that the acting appointment was not constitutionally tenable. . . . . .

جیسا کہ آپ کا اصرار ہے کہ یہ constitutionally tenable ہی نہیں ہے اس کو اور continue نہیں کیا جا سکتا،

. . . . . . then the Senate is not a proper forum where its constitutionality or otherwise could be questioned, agitated or examined. Superior Courts alone have the prerogative to examine the constitutionality issues. Senate is not proper forum for this purpose.

اس کے لئے عدالتیں مقرر ہیں، اور یہ جو constitutionality کے ایشوز ہیں ان سب کے عدالتوں نے فیصلے کرنے ہیں یہ فورم اس کے لئے نہیں ہے۔ یہ نہ صرف ہماری اپنی رولنگز ہیں بلکہ میں ۵ جولائی ۱۹۸۶ء کی ایک رولنگ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جب کہ اس طرح کا ایک سوال اٹھا تھا اور اس پر چیئرمین نے یہ اوبزرویشن دی تھی۔

"The Chairman observed that such a complicated constitutional point could not be decided by him. If there was any thing unconstitutional or illegal in the order passed by the President that could be challenged in a High Court or in the Supreme Court. He could not sit in judgement over it."

ایک دفعہ پھر میں عرض کروں گا کہ جہاں تک constitutionality کے ایشوز ہیں

Unless they touch upon the working of the Senate itself

وہ ایک الگ معاملہ ہے اس میں ہمیں پورا اختیار ہوتا ہے لیکن otherwise اگر کسی صاحب کو یہ خیال ہے کہ یہ constitution کی بریچ ہے یا آئین کے مطابق نہیں ہے تو عدالت میں اس فیصلے کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک ہمارے اپنے رولز کا تعلق ہے اس میں اقبال احمد خان صاحب نے جو ریفرنس دیا ہے

The matter shall be such as requires the intervention of the Senate

اور سینٹ کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔

This is a matter between the President and the Prime Minister to settled.

قاضی حسین احمد: آپ نے جس رولنگ کا حوالہ دیا ہے اس میں ہے کہ

equally ہو لیکن یہ complicated constitutional problem

نہیں ہے **constitutionally** complicated.

Mr. Chairman : It is as complicated as the previous one for the simple reason that this is a contingency which is not provided for in the Constitution, therefore, I had to refer to Article 101(5) because this is a situation not covered; that there is a Governor who is abroad and officiating or acting Governor is appointed in his absence. Then he submits his resignation which is accepted. This contingency is not provided for anywhere in the Constitution. The Constitution only provides for the situation where there is a permanent vacancy or an acting vacancy. So this is something new which is not stipulated in the constitution and if somebody objects that this is untenable, he can question it in a court of law, I think, we cannot sit in judgement on the constitutionality of actions of the Executive. So the motion is ruled out of order.

(Pause)

Mr. Chairman : There are one or two other privilege motions also but all the honourable Members who have tabled them, I think, they have already moved one motion under the rules. In this one sitting they cannot move another, so they have to be deferred to another day. We take up now adjournment motions.

ADJOURNMENT MOTIONS

تحریک التوا۔ پہلی جناب مولانا کوثر نیازی صاحب کے نام پر ہے۔ جناب مولانا کوثر نیازی صاحب

(i) *RE*: SHARP INCREASE IN THE DEFENCE EXPENDITURES IN THE ANNUAL BUDGET OF INDIA

مولانا کوثر نیازی: جناب والا! میری تحریک التوا یہ ہے کہ آل انڈیا ریڈیو نے اطلاع دی ہے۔ بھارتی پارلیمنٹ میں نئے سال کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں جنگی اخراجات میں سال گذشتہ کی نسبت زبردست اضافہ کیا گیا ہے۔ نئے بجٹ میں پچھلے سال کے مقابلے میں ۸ ارب ۶۶ کروڑ روپے بڑھا دیئے گئے ہیں اور اب بھارت کی جنگی تیاریوں کا بجٹ ۸۷ ارب ۲۸ کروڑ روپے ہو گیا ہے۔ پاکستان کے نقطہ نظر سے یہ جنگی تیاریاں تشویش ناک ہیں، لہٰذا میں تحریک کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی روک کر اس مسئلہ پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman : Is it being opposed ?

Sahabzada Yaqub Khan: Yes Sir, I oppose it.

جناب چیئرمین: آپ وضاحت کر دیں۔

مولانا کوثر نیازی: جناب والا! بھارت کے ساتھ پاکستان کے جو تعلقات اس کے قیام کے وقت سے چلے آرہے ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں بیچ میں ہم نے کئی مرتبہ کوشش کی ہے کہ ہمارے تعلقات خوشگوار ہو جائیں، لیکن بدقسمتی سے بھارت میں ایک ایسی زبردست لابی موجود ہے جو قیام پاکستان کو ذہنی طور پر قبول ہی نہیں کر سکی، اگر عام حالات ہوتے اور ہمارا یہ قریب ترین ہمسایہ ایک معاند ہمسایہ نہ ہوتا تو ہمیں اس کی جنگی تیاریوں سے تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہ تھی لیکن سکھ پرابلم کے سلسلے میں جس طرح بھارت بار بار پاکستان کو ملوث کر رہا ہے اور جس طرح وہاں کے ذرائع ابلاغ پاکستان کو مطعون کر رہے ہیں کہ پاکستان اپنی حدود میں سکھ گوریلوں کو ٹرینگ دے رہا ہے اور انہیں بھارت بھیج رہا ہے اور اسلحے سے ان کی امداد کر رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے جیسے بھارت پاکستان پر ایک دفعہ پھر حملہ کرنے کے لئے کسی بہانے کی تلاش میں ہے ایسی explosive situation میں بھارت کا یکلخت ساڑھے آٹھ ارب دفاعی بجٹ میں بڑھا دینا ایک ایسا مسئلہ ہے، جو پاکستان کے نقطہ نظر سے یقیناً تشویش ناک ہے

[Maulana Kausar Niazi]

یہ ہمارے دفاع سے تعلق رکھتا ہے یہ ہمارے ملک کی سلامتی سے تعلق رکھتا ہے ہم چند طیارے خریدتے ہیں تو بھارت واویلا کرنا شروع کر دیتا ہے کہ پاکستان جنگی تیاریاں کر رہا ہے اور یہاں عالم یہ ہے اتنا زبردست اضافہ جنگی بجٹ میں بھارت کی طرف سے ہوا ہے لیکن ہماری حکومت نے اس کا نوٹس نہیں لیا نہ تو بین الاقوامی سطح پر اس بات کو نشر کیا ہے کہ بھارت آخر یہ جنگی تیاریاں کس کے خلاف کر رہا ہے آخر اس کا تنازعہ کس کے ساتھ ہے کس ملک سے اس کو خطرہ ہے۔ چین کے ساتھ اس کے تعلقات خراب تھے لیکن اب تو وہ بھی روبہ اصلاح ہیں اور دونوں آپس میں ایک دوسرے سے اچھے تعلقات پر کار فرما ہیں پھر کونسا ایسا ملک ہے جس کے ساتھ اس کو ایسا خطرہ لاحق ہے جس کی وجہ سے اس طرح کی جنگی تیاریاں کی جارہی ہیں یقیناً وہ پاکستان ہی ہے جس کو سامنے رکھ کر یہ بجٹ بڑھایا جارہا ہے۔ اس لئے جناب چیئرمین! یہ مسئلہ ملک کی سلامتی سے، اس کی سالمیت سے اس کے دفاع سے متعلق ہے اور جناب وزیر خارجہ سے اس تحریک کے ذریعے یہ مطالبہ کروں گا کہ وہ technicalities کا سہارا لئے بغیر ہمیں بتائیں کہ حکومت اس سلسلے میں کیا جوابی تیاریاں کر رہی ہے اور پاکستان کا دفاع اس سلسلے میں کس حد تک ایسا مستحکم ہے کہ وہ بھارت کے کسی بھی چیلنج کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ نیز وہ یہ بتائیں کہ ہماری حکومت بھارت کی جنگی تیاریوں کو کس نقطہ نظر سے دیکھتی ہے میں سمجھتا ہوں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ایوان میں اس پر بحث کرنا ملک کے مفاد میں ہو گا اور عوام کو اس سلسلے میں اعتماد میں لینا ملک کی بھلائی کی ذیل میں ہو گا۔ اس لئے میں جناب وزیر خارجہ سے گذارش کروں گا کہ وہ ازراہ کرم اس ایڈجرنمنٹ موشن کو ایڈمٹ ہونے دیں اب تک وہ ہم سے اصرار نہ کرنے کی اپیل کرتے رہے ہیں اور اب ہم ان سے کہتے ہیں کہ وہ اصرار نہ کریں اور اسے زیر بحث آنے دیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جناب صاحب زادہ صاحب۔

Sahabzada Yaqub Khan: Mr. Chairman Sir, the honourable member has drawn the attention of the House to the sharp increase in the Indian defence expenditure for the fiscal year 1986-87. The Indian defence allocation for the 1986-87 is 8728 crores or 88.3 billion Indian rupees which is equivalent to 7.2 billion US dollars or 114 billion Pakistani rupees at the

current rate of exchange . This signifies an increase about 11% over the defence expenditure for the previous year which stood at Indian rupees 7862 billion. The allocation for defence remains at the previous years level of about 15% of the national expenditure. By any criterion, the Indian defence budget is collosal in size, it not only confirms the fact that India maintains a massive military force — one of the largest in the world — but also indicates that India continues to expand and even accelerate its military preparations. The Indian spokesmen have often sought to minimise the significance of India's defence budget by saying that as a percentage of the gross national product, India spends less on defence than so many other countries specially Pakistan. The argument is, however, spurious and misleading. What affects the security environment of the neighbouring countries is not percentages but the quantum of forces and the quality of weapons. Moreover, the India budgetary figures do not reflect the true picture as India gets much of its military equipment at prices substantially below the international prices and under special arrangements of payment.

This august House is well aware that Pakistan seeks normal good **neighbourly** relations with India. We have no desire to enter in to an arms race with India or any other country. Each sovereign state has an inherent right to decide on the level of forces and its defence budget. Yet the level of forces maintained by a country has an unavoidable impact on the security of its neighbours. We have to take into account the objective reality emerging from India's divergence for military budget. The question of our relations with India, the possibilities that are open before us, the hazards and risks that these possibilities entail and continue to entail, were discussed at some length, quite recently, in a joint session of both the Houses in a debate on the foreign policy of Pakistan and there are no fresh factors at this strategic level that have entered in to the picture and therefore, I do not think it would be appropriate to enter into all the ramifications of our relationship with India, the measures that we have taken in the field of foreign policy and other methods to deter aggression and to prevent a situation where our weakness might be a temptation for a possible adversary. I wish

[Sahabzada Yaqub Khan]
to re-assure the House that the Government is keeping a vigilent eye on all developments that affect the security of the country. Within the limits of its resources, Pakistan takes all practical steps to maintain and strengthen its defence capability. I may, however, add that in our considered view the case of peace and stability in our region is not advanced by an arms race between India and Pakistan but by pursuing the process of normalization of relations between our two countries and as this House is fully aware we have taken a number of initiatives to reduce tension and promote good neighbourly and cooperative relations in our region, while fully preserving our soveregnity, territorial integrity and indepence of action in our domestic and foreign policies.

In the light of the above statement the honourable member is requested not to press his motion for an adjournment of this House. Thank you Sir.

جناب چیئرمین: جناب مولانا کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! برادر خرد ہونے کی وجہ سے میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا مگر یہ گزارش کروں گا کہ اگر وہ یہ assurance دے دیں کہ کسی مرحلے پر ملکی دفاعی پالیسی پر debate ہو جیسا کہ ملک کی خارجہ پالیسی پر ہوئی تھی۔ دفاعی پالیسی بھی دنیا جہاں میں کسی ملک میں کوئی secret نہیں ہوتی، بلکہ اس میں عوام کو Involve کیا جاتا ہے۔ اگر وہ یہ یقین دلا دیں کہ اس ایوان میں کسی مرحلے پر ملک کی دفاعی پالیسی کو زیر بحث لانے کے لئے تیار ہیں تو یقیناً اس کا بہت خوشدلی سے خیر مقدم کریں گے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ میں عرض کر دوں کہ بعض issues ایسے ہیں جو ایڈجرنمنٹ موشن کے دائرہ کار میں نہ آئیں تو وہ بات شاید آپ کے حق میں بھی ہے اگر آپ کسی Particular مسئلہ پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو آپ سے میری درخواست بھی ہو گی اور ایک Suggestion بھی کہ رول ۱۸۷ کے تحت ایک علیحدہ تحریک اس پر لے آئیں۔ کسی پرائیوٹ ممبرز ڈے پر لے آئیں۔ لیکن جیسے صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ ہم ہتھیاروں میں ان کے مقابلے میں نہیں جانا چاہتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے این گنا ہیست کہ در شہر شما نیز

کنند۔ اپنا بجٹ بھی دیکھ لیں آپ نے بھی ماشاءاللہ گیارہ فیصد بڑھایا ہے اور صحیح بڑھایا ہے۔ اگلی تحریک جناب مولانا کوثر نیازی صاحب کے نام پر ہے۔

(ii) *RE*: MAL-ADMINISTRATION, IRREGULARITIES WHICH RESULTED IN HEAVY LOSSES TO C.D.A. AS POINTED OUT BY THE A.G. IN THE AUDIT REPORTS FOR 1982-83 AND 1983-84.

مولانا کوثر نیازی: قومی اسمبلی میں آڈیٹر جنرل کی ۸۲۔ ۸۳اور ۸۳۔ ۸۴ کے حسابات کی جو رپورٹیں پیش کی گئی ہیں ان میں سی ڈی اے اسلام آباد سے متعلق رپورٹ میں بدانتظامی بے قاعدگی اور سنگین بد عنوانیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ صرف ایک سال میں سی ڈی اے کو بدنظمی کی وجہ سے ایک کروڑ چالیس ہزار روپے کا نقصان پہنچا ہے، مختلف ٹھیکیداروں سے اور گیارہ مختلف کمپنیوں سے ۴۴ لاکھ انچاس ہزار روپے اور پانچ مختلف منصوبوں میں میٹریل کی قیمت کے ۲۴ لاکھ ۱۳ ہزار روپے وصول نہیں کئے گئے ایک ٹھیکیدار کو ایک لاکھ بتیس ہزار روپے زائد ادا کئے گئے، ایک ٹھیکے میں سی ڈی اے کو ۱۷ لاکھ بتیس ہزار روپے کا ٹینڈر طلب کئے بغیر ایک ٹھیکہ دینے پر تین لاکھ بتیس ہزار روپے کا نقصان پہنچایا گیا۔ جب کہ لیز کی مد میں ۶۴ ہزار روپے وصول نہیں کئے گئے، رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دولاکھ گیارہ ہزار روپے مالیت کا سامان بھی غائب پایا گیا ہے۔

یہ صورت حال تشویش ناک ہے لہٰذا میں تحریک کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی روک کر اس پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mr. Sartaj Aziz: Opposed.

جناب مولانا صاحب آپ وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو فرمائیں۔

مولانا کوثر نیازی: جناب والا! میں بارہا اس معزز ایوان کی توجہ اس طرف مبذول کرا چکا ہوں کہ اسلام آباد بدقسمتی سے ایک ایسا شہر ہے جس کا کوئی اپنا منتخب ادارہ نہیں ہے۔ اس کی کوئی میونسپل کمیٹی نہیں ہے۔ کوئی کارپوریشن نہیں ہے۔ جہاں اس طرح کی رپورٹیں زیر بحث آئیں اور یہاں کے رہنے والے سی ڈی اے کا محاسبہ کر سکیں۔

جناب چیئرمین: اس سٹیج پر آپ اس تحریک کی ایڈمسبلٹی پر بحث کریں۔

مولانا کوثر نیازی: جناب والا! میں عرض کر رہا ہوں کہ کیوں ضرورت پیدا ہوئی ہے۔ اس پر میں آ رہا ہوں۔ اسی ضمن میں تو عرض کر رہا ہوں کہ اسی لئے اس ایوان میں بار بار ایک شہر کے سلسلے میں جو کوائف ہیں وہ معزز اراکین کے سامنے رکھنے کی ضرورت پڑ رہی ہے اور یہ کوائف ایسے سنگین کوائف ہیں اگر کسی بھی ادارے میں پائے جائیں تو اس کی انتظامیہ کے سلسلے میں سخت اقدامات کرنے کی ضرورت پر خوامخواہ دال ہوتے ہیں لیکن افسوس کہ آج تک اتنے سنگین معاملات سامنے آنے کے باوجود سی ڈی اے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

سی ڈی اے کے سلسلے میں اس ایوان نے ایک قرارداد پاس کی تھی کہ پارلیمنٹ کے اراکین کو بورڈ آف گورنرز میں نمائندگی دی جائے اس بے ضرر قرارداد کو بھی حکومت نے سرد خانے میں ڈال دیا ہے۔ جیسے یہ سینٹ ایک ڈیبیٹنگ سوسائٹی ہے اس کی قرارداد کا کوئی وزن ہی نہیں ہے۔ خیر اس مسئلے کو تو میں تحریک استحقاق کے ذریعے الگ زیر بحث لاؤں گا۔ لیکن اس وقت میں یہ کہتا ہوں کہ جب اس شہر کا کوئی پرسان حال نہیں ہے اور کوئی ادارہ نہیں ہے جس میں اس شہر میں رہنے والے لوگ اپنی داد و فریاد لے کر جائیں تو پھر سینٹ ہی کم از کم اس تحریک کو ایڈمٹ کرے تاکہ سی ڈی اے اسلام آباد کے معاملات یہاں زیر بحث آئیں اور حکومت ان کی اصلاح کر سکے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جناب سرتاج عزیز صاحب اس کی کیوں مخالفت کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ ابھی بتا دیں گے۔

مولانا کوثر نیازی: جی میں سننا چاہتا ہوں۔ گوش بر آواز ہوں۔

جناب چیئرمین: جناب سرتاج عزیز صاحب۔

Mr. Sartaj Aziz: Mr. Chairman, the adjournment motion regarding the irregularities pointed out by the Auditor General of Pakistan in his audit report for the financial year 1982-83, relates to CDA. It has been alleged in this adjournment motion that these irregularities have resulted in a loss of Rs. 10 million and 40 thousand relating to different kinds of losses. I would like to point out, Mr. Chairman, that the matter raised is of continuing nature and is not of recent occurance nor of such urgent public importance as to form the basis of an adjournment

motion. The audit report relating to the financial year 1982-83 was discussed in the Public Accounts Committee consisting of the Members of the National Assembly and the decisions taken by the Committee will be complied with by the CDA. The alleged irregularities pertain to report for the year 1983-84 which is also pending before the Public Accounts Committee of the National Assembly.

In the light of this the motion is in-admissible under Rule 71(a), being not of urgent public importance; under Rule 71(c) being a matter of continuing nature, under rule 71(d) being an issue which is pending before the National Assembly. It can be stated, however, that the cases involved are arrears of lease money, amounts recoverable from the contractors on account of risk and cost, values of stores lying in stocks, and they cannot be treated as losses and the CDA has already submitted a detailed explanation of each of the six items which add up to Rs. 10 million 42 thousand explaining these and when the Public Accounts Committee has taken these matters into account and submitted its report to the National Assembly then the real nature of these allegations would become clearer. In the light of these I would request the honourable Members not to press his adjournment motion as far as the over-all working of the CDA is concerned and the representation of Members of the Senate on the governing body is concerned, they are separate matters and can be taken up according to the Rules of Procedures of the House. But as far as this particular matter is concerned it is not admissible as an adjournment motion. Thank you very much.

جناب چیئرمین: مولانا کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی: جناب والا! جب نیشنل اسمبلی کی اکاؤنٹس کمیٹی کے زیر غور یہ مسئلہ ہے تو ہم اس کے نتائج کا انتظار کر لیتے ہیں۔ جب اس کی رپورٹ منظر عام پر آئے گی تو پھر دوبارہ میں اپنی معروضات پیش کروں گا۔ اس وقت میں اس پر اصرار نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اتنا میں عرض کر دوں کہ جہاں تک ان معاملات کا تعلق ہے اور جہاں تک محاسبہ اور اکاؤنٹیبلٹی کا تعلق ہے جو آڈیٹر جنرل ہے

He is the watch dog of the Parliament.

[Mr. Chairman]

اب ہماری کانسٹیٹیوشن ایسی ہے کہ وہ directly responsible to the National Assembly ہے۔ یہ جو irregularities ہیں اور جتنی ان کی gravity ہے جو کچھ بھی ہے وہ سب آڈیٹر جنرل کی اپنی رپورٹس سے arise ہوتی ہے اور اس نے پبلک اکاؤنٹس میں اپنی رپورٹ submit کی ہے اور یہ پبلک اکاونٹس کمیٹی کے زیر غور ہیں اگر وہ اریگولیریٹیز کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ کسی کو مجرم قرار دیتے ہیں تو ان کی رپورٹ نیشنل اسمبلی کے سامنے آجائے گی اور نیشنل اسمبلی میںنہ بے قاعدگیوں کے ذمہ دار کسی بھی آدمی کو جس طرح چاہے سزا دے سکتی ہے۔ تو میرے خیال میں یہ ایشو تحریک التوا کا سبجیکٹ نہیں بن سکتا تھا۔ آپ اس پر اصرار نہیں کر رہے تو آپ کا شکریہ۔ اگلی پھر مولانا کوثر نیازی صاحب کی تحریک ہے۔

(iii) *RE*: WRITING OFF OF LOANS ADVANCED BY THE NATIONALISED BANKS

مولانا کوثر نیازی: روزنامہ جنگ لاہور نے اطلاع دی ہے کہ قومیائے گئے بینکوں میں ۱۹۸۵ء کے دوران جاگیرداروں، صنعت کاروں اور بڑے تاجروں سے وصول نہ ہونے والے قرضوں کی مد میں تقریباً پچھتر کروڑ روپے کی رقم معاف کر دی ہے۔ ان معاف کی جانے والی رقوم میں زرعی قرضہ جات کی تقریباً آدھی رقم شامل ہے۔ بنکاری کے باخبر ذرائع کے مطابق ۱۹۸۵ء کی بینک بیلنس شیٹ میں معاف کی جانے والی ان رقوم کی مالیت بھی ظاہر نہیں کی گئی جب کہ اس وقت کے وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق نے یہ اعلان کیا تھا کہ ان رقوم کو بیلنس شیٹ میں ظاہر کیا جائے گا۔ یہ صورت حال افسوس ناک ہے لہٰذا میں تحریک کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی روک کر اس مسئلہ پر بحث کی جائے۔

جناب چیئرمین: جہاں تک اس موشن کا تعلق ہے۔ فنانس منسٹر صاحب کی ایک درخواست ہمارے پاس ہے۔ جس میں انہوں نے استدعا کی ہے کہ تین جولائی سے چھ جولائی تک وہ کسی اور کام میں مصروف ہیں یا اس وقت اسلام آباد سے باہر ہوں گے اور ان کی اس موشن کو کسی اور دن کے لئے جب وہ خود ایوان میں موجود ہوں ڈیفر کیا جائے بشرطیکہ آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

مولانا کوثر نیازی: ٹھیک ہے جناب۔

Mr. Chairman : So, this is being deferred. Next Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khail

(iv) *RE*: STEALING OF OIL FROM N.L.C. TANKERS AND REPLACING WITH WATER ENROUTE TO THE PAKISTAN NATIONAL REFINERY, KARACHI.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۶۸ء کو روزنامہ "جنگ" کراچی میں یہ خبر شائع ہوئی ہے "کہ معلوم ہوا ہے کہ بدین میں لغاری کے کنویں سے خام تیل کی بجائے نیشنل ریفائنری کراچی کو پانی سپلائی کرنے والا گروہ گذشتہ ۹ ماہ سے کروڑوں روپے مالیت کا ۸۰ ہزار گیلن خام تیل خورد برد کر چکا ہے"۔ ان ذرائع کے مطابق لغاری کے تیل کے کنویں سے روزانہ اوسطاً ۱۴۰ آئیل ٹینکر خام تیل لے کر نیشنل ریفائنری کراچی آتے ہیں۔ یہ گروہ ان میں سے ۲۰ سے ۲۵ آئل ٹینکروں میں سے تمام خام تیل نکال کر ان میں پانی بھر دیتا تھا اور یہ آئل ٹینکر خام تیل کی بجائے صرف پانی نیشنل ریفائنری کو فراہم کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے اس گروہ نے گھارو کے قریب پہاڑیاں کاٹ کر ایک اڈہ بنایا تھا جہاں آئیل ٹینکر سے تمام خام مال دوسرے ٹینکروں میں بھر دیا جاتا تھا اور اس کی جگہ ان میں پانی بھر دیا جاتا تھا۔ یہ گروہ ایک آئل ٹینکر جس میں ایک لاکھ ۱۰ ہزار روپے مالیت کا ۶ سے ۸ ہزار گیلن ہوتا تھا ایک لاکھ ۳۰ ہزار روپے میں فروخت کرتا تھا۔ یہ تیل سندھ اور پنجاب کے مختلف شہروں میں فروخت ہوتا تھا جہاں سے ٹیوب ویل اور جنریٹروں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس میں نیشنل ریفائنری کے چند با اثر افراد اور این ایل سی کے اعلیٰ حکام اور نچلا عملہ ملوث تھا۔ جن کی تعداد ۵۰ سے ۶۰ تک ہے۔ اس اقدام سے ملک کے عوام کو مالی نقصان ہوا ہے اور چوروں کے عزائم بڑھتے جا رہے ہیں۔ لٰہذا ایوان اس اہم قومی مسئلہ پر غور فرمائے۔

Mr. Chairman : Is It being opposed ?

Mr. Iqbal Ahmed Khan: Opposed.

جناب چیئرمین: جناب میرداد خیل صاحب اگر آپ اس کی وضاحت میں کچھ کہنا چاہیں تو فرمائیے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب چیئرمین صاحب! میں تو یہ کہوں گا کہ وزیر قانون صاحب، ہر طرح سے ایک بہترین وکیل ہیں۔ وکیلوں کا پیشہ ایسا ہے کہ وہ چوروں کا بھی وکیل ہو سکتا ہے اور چوروں کے خلاف بھی وکیل ہو سکتا ہے۔ ان کے یہ کیس لے سکتے ہیں۔ یہ ان کا

[Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel]

پیشہ ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس پاکستان میں رہتے ہوئے غریب عوام کا یہ حق بنتا ہے کہ ہم جب بیرونی ممالک سے قرضے لیتے ہیں اور ان پر سود در سود ادائیگی کرتے ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ اس کی صحیح طریقے سے دیکھ بھال کریں اگر آپ یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ کام تو وزیر پٹرولیم کا تھا' اس کی وضاحت وہ کرتے تو بہتر تھا ہم تو صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ پیسہ عوام کا ہے یہ کیوں اس طرح ضائع ہو رہا ہے اس سے ہمارے ملک کی سخت بدنامی ہوگی۔ ہر محکمہ میں یہ کام ہو رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ دفتر کے چوروں میں اور ان چوروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ کاغذی چور ہیں اور وہ کلاشنکوف سے مسلح ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: وزیر انصاف صاحب چوروں کے ساتھ بھی انصاف کرنا چاہتے ہیں۔

جناب اقبال احمد خان: شکریہ جناب' میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی ایسا موقع آیا تو میں ان کی بھی وکالت کرنے کو بھی تیار ہوں۔

Sir, this matter relates to a case which has been registered under FIR No. 14 of 86 dated 17 March 86 under Section 409 PPC read with Section 5, and 247 provision of Corruption Act in Police Station and F.I.A. Karachi. If you kindly permit me, I may give the brief facts of the case which may satisfy the honourable Senator. Sir, the brief facts of the case are that FIA received information that crude oil being brought by N.L.C. tankers from various oil fields to Pakistan National Refinery was being stolen enroute and replaced with water with the connivance of some employees of Pakistan National Refinery. Accordingly a raid was arranged by F.I.A. Karachi on 17th March 86 and N.L.C. tanker No.830-599 carrying water instead of 25,000 liters of crude oil was seized. The above mentioned case was registered and the driver Muhammad Yaqub was arrested. Sir, during the interrogation Mirza Muhammad Yaqub disclosed that crude oil had been replaced with water near Gharu. On his information five other persons including one Operator of Pakistan National Refinery were arrested. The statement of the ring leader, Mr. Khadim was recorded by a Magistrate under Section 164 Cr. P.C. He deposed that almost 600 tankers

carrying crude oil had been stolen in a similar manner since September 1984. Tankers carrying water were received by Pakistan National Refinery officials in consideration of about Rs. 6000/- per tanker. As such the loss to Pakistan National Refinery was running into crores. The Chairman, Pakistan National Refinery has been asked to constitute a panel of officers from F.I.A., Pakistan National Refinery and any private audit company to work out the total loss caused to Pakistan National Refinery. Following five persons have been arrested so far:

Muhammad Yaqub	Driver.
Akhtar Jamal	Depot Operator
Muhammad Ismail	Owner Brade Hotel
Abdul Ghafoor	Owner Tawakkal Oil Depot
Khadim Hussasin	Owner Tawakkal Oil Depot, Dhobi Ghat, Karachi.

Recoveries have also been made from the following accused persons :

Abdul Ghafoor	3,000 gallons — crude oil
Mirza Muhammad Yaqub	cash Rs. 6,500/- recovered during personal search. This amount was a share from Khadim Hussain
Akhtar Jamal	Depot Operator — cash Rs. 19,000/-

Miscellaneous efforts are being made to arrest other accused employees of Pakistan National Refinery who have absconded. The investigation is in progress. Sir, with these submissions since the matter is under investigation and it can be termed as subjudice, it cannot be discussed here but very respectfully through you Sir, I assure this honourable House that every step will be taken to arrest the persons and to take appropriate legal action against them and they should be punished with severe punishment, deterrent punishment so that in future no such thing happens and I assure the honourable member that the Government if fully aware of this incident and it will be properly investigated into and I hope with these submissions he will not press the motion.

جناب چیئرمین: جی میرداد خیل صاحب، آپ کیا فرماتے ہیں؟

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: پہلا لفظ ان کا سخت ہوتا ہے پہلے ہی وضاحت ہو جاتی تو ٹھیک تھا۔ بہرحال میں اس پر اصرار نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے جی، اصرار نہیں کرتے۔ ایڈجرنمنٹ کا آدھ گھنٹہ بھی ختم ہو رہا ہے اور نماز کا بھی وقت ہونے والا ہے اس لئے آدھ گھنٹہ کے لئے نماز کا وقفہ کرتے ہیں اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے۔

To meet again at 8.00 P.M. to take up the rest of the business. Thank you very much.

(The House adjourned for Maghrab Prayers)

(The House reassembled after Maghrab prayers with Mr. Chairman in the Chair)

THE ENFORCEMENT OF SHARIA BILL, 1985.

Mr. Chairman : We take up Item 2 on the Orders of the Day. Mr. Qazi Abdul Latif and Maulana Sami-ul-Haq to move that the Bill to enforce Sharia in the country (The Enforcement of Sharia Bill, 1985), be taken up into consideration. Before I call upon the honourable members to make the motions, I would like to say a few preliminary words about this particular item on the Orders of the Day today. The House may recall that a Private Member Bill on the enforcement of Sharia, a Bill of great significance and far reaching consequences purporting to usher in an era of complete Islamization of laws in the country was introduced by Qazi Abdul Latif and Maulana Sami-ul-Haq jointly on the 30th of July, 1985. Upon introduction the Bill stood referred according to the rules to the Standing Committee concerned. However the Standing Committee could not finalise and present a final report on the Bill within the prescribed period and on 10th November, 1985, the Chairman of the Standing Committee made an attempt to lay an interim report of the Committee on the table of the House and simultaneously moved a motion for extension of time for presentation of the final report. A number of Members objected to the laying of the report on the table of the House and on an oral motion moved by the Member Incharge of the Bill which was adopted by the House, the Bill was referred to a Select Committee. The Select

Committee submitted its report to the House on the 12th December 1985. On the 26th of January,1986 the Bill as reported by the Select Committee came before the House for consideration. Before the House resumed consideration of the Bill, Senator Saeed Qadir moved a motion under Rule 88(3) that the Bill be circulated for eliciting public opinion thereon within three months *i.e.* 25th April,1986. In pursuance of Senator Saeed Qadir's motion referred to above, the Bill was published in the following daily newspapers requesting members of the Public Institutions and Associations to send their opinions on all or any provision of the Bill to the Secretariat by the 25th of April, 1986. The newspapers in which the Bill was published were:

The daily 'Jang' Rawalpindi,
The daily 'Pakistan Times', Lahore,
The daily 'Pakistan Times' Rawalpindi,
The daily 'Imroz' Lahore,
The daily 'Jasarat' Karachi,
The daily Maghrib Pakistan' Lahore,
The daily 'Mashriq' Lahore; and
The daily 'Morning News' Karachi.

In response to the wide publicity given to the Bill through the leading newspapers as well as other *mass media* of the country, the Secretariat received an exceptionally large number of opinions favouring adoption of the Bill. According to the analysis carried out by the Secretariat as many as one million three hundred sixty six thousand five hundred and sixty persons more or less counting the signatures over which these opinions were received are in favour of adoption of the Bill without any amendment whatsoever. On the other hand opinions similarly counted which favoured with a few exceptions the passage of the Bill with amendments are about sixty two thousand seven hundred and forty. It would thus appear that an overwhelmingly large number of persons have given their unqualified support to the passage of the Bill in its present form. At the same time I must say that some of the amendments suggested would also appear to be worth consideration. A list of these opinions has been placed on the desk of each Member for information and consideration.

[Mr. Chairman]

With these preliminary remarks I would request Senator Qazi Abdul Latif to move the motion for consideration of the Bill.

قاضی عبداللطیف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جناب چیئرمین میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ "ملک میں نفاذ شریعت بل ۱۹۸۵ء پر غور کیا جائے"

Mr. Chairman: The motion moved is:

> "That the Bill to enforce Sharia in the country, (The Enforcement of Sharia Bill 1985), be taken into consideration."

Is it being opposed ?

Mr. Iqbal Ahmed Khan : Opposed.

Mr. Chairman: Well this would start then, the first reading of the Bill.

اور میں جناب قاضی عبداللطیف صاحب سے گذارش کروں گا کہ وہ بل کے متعلق اظہار خیال کریں۔

جناب اقبال احمد خان: میں آپ کی وساطت سے ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو "اپوزڈ" کہا ہے یہ ٹیکنیکل بات کی ہے وگرنہ شریعت بل میں ہماری پوزیشن نہیں ہے۔

we just want to discuss it so that these public opinion

اس میں زیر غور آئیں۔

Mr. Chairman : It is being opposed on technical grounds in order to raise a discussion on the Bill.

Mr. Iqbal Ahmed Khan : Yes Sir, to raise the discussion on the Bill

اس نقطہ نظر سے یہ کہیں نہ کہا جائے کہ ہم اپوز کر رہے ہیں۔ ہم اپوز کر رہے ہیں

Only to provide an opportunity for discussion

جناب چیئرمین: اس سٹیج پر میں ایک اور عرض پھر کر دوں

according to rules at this stage we can only discuss the general principles of the Bill without going into the specific details of each clause.

تو جو کچھ ارشادات آپ فرمائیں گے تو اس رول کا بھی خیال رکھیں کہ جنرل اصولوں کی اس مرحلے پر بات ہو سکتی ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: کیا محترم وزیر عدل سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ ٹیکنیکل گراونڈ کے اوپر اپوزیشن کی کوئی گنجائش ہے وہ اس کو اپوز کریں اور یا فیصلہ ہونے دیں اگر وہ اپوز نہیں کریں گے جب بھی بحث ہو گی اور جب اصولوں پر بحث ہو............ (مداخلت)

Mr. Chairman : Unfortunately these are some of the provisions of the Rules which do not permit us that type of latitude. Technically you have to oppose the Bill in order to raise a discussion on the first reading and this is what I was referring to the other day when I said

کہ یہ جو ہمارا موجودہ نظام ہے یہ شورائیت سے پوری پوری مطابقت نہیں رکھتا۔

These are some of the points, otherwise there is no other way of raising a discussion of the first reading then you straightaway move to the second reading which means that people should file amendments. If you want to discuss the general provisions and the principles of the Bill, it has to be in the first reading and that discussion technically can only be raised by somebody saying, 'I oppose the Bill.' This is one of the unfortunate traditions that we have inherited but I think the honourable Minister is right in saying that it is not his intention or the intention of the Government to oppose the Bill. The intention is to find a way of raising a discussion in order for the first reading to take place. Thank you.

قاضی عبداللطیف: جناب والا! میں یہ وضاحت چاہوں گا کہ ہمارے وزیر قانون صاحب نے اس کی مخالفت کے متعلق فرمایا کہ میں فنی وجوہ پر اس کی مخالفت کروں گا میرے خیال میں یہ مرحلہ اس وقت آنا چاہئے تھا کہ جب اس پر شق وار بحث ہوتی اور اس وقت یہ کہا جاتا کہ یہ فلاں قانون یا دستور کی فلاں دفعہ کے خلاف یا اس سے متصادم معلوم ہوتا ہے اس وقت

[Qazi Abdul Latif]
جب کہ جنرل بحث ہو رہی ہے تو اس کا مفہوم یہی لیا جائے گا کہ اس بل ہی کی مخالفت کر رہے ہیں کہ جو اس وقت آپ کے سامنے ۱۳ لاکھ اور چھیاسٹھ ہزار افراد کی آراء موجود ہیں میں اتنی وضاحت چاہوں گا کہ کیا اس سٹیج پر بھی وہ یہ مخالفت کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی مخالفت کا وقت وہی آئے گا کہ شق وار اس پر بحث ہو پھر اس وقت وہ یہ بتلائیں گے کہ یہ فنی لحاظ سے فلاں شق فلاں قانون کے خلاف ہے۔

جناب چیئرمین: جہاں تک رولز کا تعلق ہے وہ میں آپ کو سنا دیتا ہوں جنرل بحث جو آپ فرماتے ہیں اسی کو شروع کرنے کے لئے جو آپ کے رولز ہیں وہ کیا کہتے ہیں وہ میں سنا دیتا ہوں یہ رول ۸۶ ہے آپ کے پاس اردو میں اگر ہے تو ترجمہ دیکھ لیں ۔

86(ii) On the day on which any of the motions referred to in Rule 84 is made, or on any subsequent day to which discussion thereof is postponed, the principles of the Bill and its general provisions may be discussed, but the details of the Bill shall not be discussed further than is necessary to explain its principles.

اب جو آپ کی موشن آئی ہے اور اس کو کنسیڈر کرنے کے لئے فرسٹ ریڈنگ کی بحث تبھی اس پر raise ہو سکتی ہے کہ کوئی اس کو ٹیکنیکل وجوہ کی بناء پر یہ کہے کہ میں اسے اپوز کرتا ہوں۔ اپوز کا یہ مطلب نہیں کہ پورے بل کو، ممکن ہے کسی کو ایک دفعہ پر اعتراض ہو، ممکن ہے کسی کو ایک لفظ پر اعتراض ہو یا کسی اور بات پر اعتراض ہو اپوزیشن اس سنس میں ہوتی ہے۔ اس سنس میں نہیں ہوتی کہ وہ پورے کے پورے بل کو نہیں مانتے۔ بحث کو شروع کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں اس لحاظ سے انہوں نے اپوز کیا ہے۔

قاضی عبداللطیف: جناب والا! میں اس موقع پر یہ گذارش کروں گا کہ پاکستان کی تاریخ کا یہ وہ مظلوم ترین بل ہے جس کو ایک سال تک در بدر پھرانے کے بعد بھی ہمارے وزیر قانون اس کی مخالفت کے لئے اعلان کرتے ہیں۔

جناب اقبال احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر، میں معزز سینٹر کی خدمت میں گذارش کروں گا جب ہم ایک شریعت بل پر بحث کر رہے ہیں، اور شریعت کی بالادستی کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب یہ چاہتے ہیں کہ ملک کے اندر قرآن وسنت کی بالادستی ہو تو پھر اس کی ابتداء ہی میں بڑی احتیاط سے بات کرنی چاہیئے۔

قاضی عبداللطیف: پوائنٹ آف آرڈر جناب۔

جناب اقبال احمد خان: میں نے ابھی پوائنٹ آف آرڈر ختم نہیں کیا۔ میں نے اس کی اپوزیشن نہیں کی، وہ منسٹر concerned جنہوں نے اس کی اپوزیشن کی ہے میں نے اس کی وضاحت کی ہے جس کی آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ قانونی اور رولز کی پوزیشن بتلائی ہے کہ اس کے بغیر بحث نہیں ہوتی، میں محترم قاضی صاحب کی خدمت میں ادب سے عرض کروں گا یہاں ایک اور بڑے تجربہ کار بزرگ پروفیسر خورشید احمد صاحب تشریف فرما ہیں ان سے پوچھ سکتے ہیں ہاؤس کے اندر بحث کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے کہ جب ایک ممبر کھڑا ہو کر کہتا ہے "اپوزڈ" تو اس کو موقع ملتا ہے بات کرنے کا، اس کے بعد اکثر دیکھا ہے کہ اپوز کہنے والوں نے سپورٹ کیا ہے اس لئے میں یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں، اس کو کسی طریقے سے بھی قوم کے سامنے غلط طور پر پیش نہیں کرنا چاہئے، کہ ہم نے اپوز کیا ہے جیسے کہ محترم قاضی صاحب نے سٹارٹ کیا ہے ہم شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں، اور پاکستان بننے سے پہلے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے برصغیر کے مسلمانوں سے عہد کیا تھا، کہ اس ملک کے اندر قرآن و سنت کے مطابق نظام حکومت قائم کیا جائے گا، اور وہی سب سے پہلے اس ملک کے اندر بنیاد رکھی گئی تھی کہ ایک اسلامی ریاست ہونی چاہئے جبکہ بڑے بڑے لوگوں نے اس کی مخالفت بھی کی تھی، اور اس بناء پر کہا تھا کہ ہندوستان کے اندر ایک قوم بستی ہے اور قائداعظم نے کہا تھا جن کے ہم follower ہیں اور جن کی آج حکومت ہے کہ ملک کے اندر قرآن و سنت کے مطابق حکومت ہو گی، کون بدبخت اس بات کی مخالفت کر سکتا ہے کہ شریعت بل کی مخالفت کی جائے۔ میں نے ایک ٹیکنیکل بات کی ہے مجھے ان بزرگوں کا احترام ہے کہ اس بات کو twist نہیں کرنا چاہئے، آیئے نیک نیتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھ کر اس عہد کے ساتھ آگے چلیں کہ ہم پاکستان کے اندر صحیح معنوں میں قرآن و سنت کے مطابق حکومت کرنا چاہتے ہیں اور اس کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اس لئے وضاحت کی ہے کہ ان کی باتوں سے مجھے شک تھا، کہ شاید اس بات کا پراپیگنڈہ کیا جائے کہ حکومت خدانخواستہ اس کی مخالفت کرتی ہے۔ ہم نے ٹیکنیکل بنیاد پر بحث کا راستہ کھولنے کے لئے یہ بات کی ہے تا کہ یہ آراء جو ہیں ان پر بھی غور کیا جا سکے۔ جس کا ابھی آپ نے پیش کیا ہے اور جس کو ہم نے ابھی تک پڑھا بھی نہیں ہے۔ نظام شرع کی ہم مخالفت نہیں کر رہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

قاضی حسین احمد: ان ٹیکنیکل باتوں پر آپ کے چالیس سال گزر گئے ہیں اسی لئے قاضی عبداللطیف صاحب اپنی بات کی ابتداء اسی سے کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ آپ نے چالیس سال سے یہی وتیرہ اختیار کیا ہوا ہے۔

Mr. Iqbal Ahmed Khan : There should no mis-statement.

قاضی حسین احمد: mis-statement نہیں ہے جناب، آپ ہی لوگوں کی حکومت پہلے بھی رہی ہے۔

Mr. Chairman : Please resume your seat.

اصل بات یہ ہے اور آپ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں، آخر یہ بل جو پیش ہوا ہے بحث کے لئے پیش ہوا ہے، بحث اٹھانے کے لئے کوئی ایک طریقہ کار ہے میرے خیال میں جیسے میں نے پہلے آپ سے عرض کیا نہ لاء منسٹر کا یہ ارادہ ہے نہ قاضی صاحب کا یہ ارادہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی نیت پر شبہ کریں۔ لیکن ایک چیز سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی۔ میرے خیال میں اب سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو کہا گیا، وہ کہا گیا۔ قاضی صاحب بحث کا آغاز کریں کہ شریعت بل کے پرنسپلز کیا ہیں جنرل پرویژن اس کی کیا ہیں کیوں یہ ضروری ہے، کیا اس کی اہمیت ہے یہ آراء جو آئی ہیں، ان کی کیا اہمیت ہے۔ آپ میرے خیال میں بحث شروع کریں۔ یہ باقی معاملے اب بھول ہی جائیں۔

قاضی عبداللطیف: جناب والا! میں اس بحث کے آغاز کو سمجھنے سے قاصر ہوں اس لحاظ سے کہ ایک شخص پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھتا ہے اور آدھ گھنٹہ اس پر تقریر کرتا ہے اور ہمیں یہ کہنے کا حق ہی نہیں دیا جاتا کہ ہم اسے یہ کہہ سکیں کہ آپ نے جو پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے اس کے متعلق تو صرف اتنی بات ہو سکے گی، کہ وہ میری بات کا جواب دے دیتے، نہ کہ وہ پندرہ منٹ اس پر تقریر ہی کرتے، مجھے افسوس ہے اس بات کا کہ بحث کا آغاز اس طریقے سے ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: غلط فہمی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ پندرہ منٹ کی تقریر ابھی ہوئی نہیں

ہے ہمارے پورے اجلاس کے آغاز کو ابھی پندرہ منٹ نہیں ہوئے' بہر حال ان باتوں میں نہ پڑیں۔

قاضی عبداللطیف: جناب والا! میں کیا گذارش کروں میں یہی عرض کروں گا کہ یہ بل وہ مظلوم ترین بل ہے جس کو ایک سال تک رگیدا گیا ہے پہلے ایک کمیٹی کے حوالے کیا گیا' اس کمیٹی کے چیئرمین نے ایک مہینہ گزرنے کے باوجود بھی یہ تک پوچھا نہیں ہے تم کون ہو' کہاں سے آئے ہو' کیا چاہتے ہو' ایک مہینہ گزرنے کے بعد جب وہ بل سامنے آیا' پھر منتخبہ کمیٹی کے حوالے کیا گیا' میں اس تاریخ میں جانا نہیں چاہتا' آپ نے پہلے سے یہ بیان فرمادیا ہے میں اتنی گزارش کروں گا کہ اس وقت آپ کے سامنے جو بل آیا ہوا ہے۔ جس مقصد کے لئے ہم نے اسے مشتہر کیا تھا' جو اس کے ساتھ سلوک ہوا ہے آج سے گذشتہ ۱۳ جولائی ۱۹۸۵ء کے طویل عرصے میں یہ بل پہلی دفعہ یہاں آیا ہے' آج ۷ جولائی ۸۶ء ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہفتہ کم سال ہو چکا ہے کہ یہ بل در بدر ٹھوکریں کھاتا رہا اور اس کے متعلق یہ کہا جاتا رہا' جس طریقے سے آج ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اس ملک کے اندر اسلام جاری کریں گے اور یہ ملک اسی لئے بنایا گیا ہے تو مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ چالیس سال سے ہم سے یہی وعدے کئے جا رہے ہیں۔ کہ اس ملک کے اندر اسلام کے سوا کوئی چیز نہیں آ سکتی۔ لیکن مجھے حیرانگی اس بات پر ہے کہ اس بل کے آنے کے بعد اس کو بیگانگی اور اجنبیت سے کیوں دیکھا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ پاکستان کی تاریخ کے اندر کسی بل کے ساتھ ایسا سلوک نہیں ہوا ہو گا کہ سال بھر تک اس کو معلق رکھا گیا ہو' اگر کوئی آپ کے علم میں ہے تو میں اس سے استفادہ کرونگا۔ کہ سال بھر تک کسی بل کو اس طریقے سے معلق کیا گیا ہو' یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ اس بل کے بعد کئی بل آئے' اور پاس بھی ہو گئے' قانون بھی بن گیا' لیکن یہ بل اسی طریقے سے معلق رہا اور آج بھی اسے لٹکانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس لئے کہ آج بھی جب اس پر بحث کا آغاز کیا جا رہا ہے اور اپوز کر کے اس پر بحث کا آغاز کیا جا رہا ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ اس کو دوبارہ پھر لٹکایا جائے گا' اور اس سال بھر میں اس کے اندر اگر کوئی قانونی خامیاں تھیں' اور واقعۃً یہ چاہتے تھے کہ وہ قانونی خامیاں اس سے نکال لی جائیں' تو سال بھر کے اندر کبھی بھی ان کو یہ موقع نہیں ملا' وہ اس پر بیٹھ کر ہم سے یا کسی اور علماء سے یہ کہہ دیتے کہ اس کے اندر فلاں فلاں قانونی خامیاں ہیں اور اس کو ہم نکالنا چاہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ بعض حضرات

[Qazi Abdul Latif]

کے اس کے اوپر جو بیان آئے ہیں، وہ یہی کہہ رہے تھے کہ اس کے اندر علماء کا اختلاف ہے۔

آج آپ نے دیکھ لیا کہ یہ تاریخ کا ایک سنہری موقع ہے اور سنہری باب ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علماء نے متفقہ طور پر اس پر اپنی رائے دی ہے آپ نے جو ہمارے سامنے رکھا ہے اس کے اندر یہ موجود ہے۔ ۶۲٫۴۰ پہلی رپورٹ جو سکریٹریٹ کی طرف سے آئی ہے اس کے اندر یہ ہے کہ ۲٫۷۳۱ آدمیوں نے اس پر ترمیمات دی ہیں، اور یہ جو ابھی ہمیں آپ کی جانب سے ملا ہے اس کے اندر یہ کہا گیا ہے کہ ۶۲٫۴۰ نے، حالانکہ اس کے اندر یہ کہ ۲٫۷۳۱ نے اس پر ترمیمات دی ہیں جس کو میں مخالفت سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ صرف ایک ہزار چھ سو چالیس اشخاص نے مخالفت کی ہے اور تیرہ لاکھ چھیاسٹھ ہزار ۵۶۰ افراد نے اس کی غیر مشروط حمایت کی ہے۔ اور انہیں قانون دان، دانشور، علماء، تعلیمیافتہ اور عوام بھی ہیں۔ سب نے اپنی رائے بھیج دی ہے اس کے بعد بھی ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے اندر بعض قانونی خامیاں ہیں اسے ہمیں نکالنا ہوگا جو میری سمجھ سے بالاتر بات ہے۔

"جنگ" کی سروے رپورٹ کے مطابق گریجویٹ حضرات میں سے ۷۷ فیصد نے اس کی حمایت کی ہے اور ۹ فیصد نے اس کی مخالفت کی ہے اور شیعہ حضرات میں سے ۷۵ فیصد نے اس کی حمایت کی ہے جبکہ ۱۳ فیصد نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور اس طرح سے علماء کے حلقوں کی جانب سے کوئی مخالفت نہیں آئی ہے۔ وہ تمام اس پر متفق ہیں کہ یہ بل شریعت کے مطابق ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس میں دو چیزیں ہیں ایک ہے اس کا شریعت کے مطابق ہونا، اور دوسرا اس کے اندر قانونی اور لیگل طریقے سے اسے سیٹ کرانا۔ تو میں گذارش کروں گا کہ ہمارے ماہرین قوانین، اور ہمارے معزز وکلاء حضرات قانونی نقطہ نگاہ سے ایک بل تیار کرتے ہیں اور اسے اسمبلی کے اندر پیش کر کے پاس بھی کر دیتے ہیں لیکن دو ماہ کے بعد انہیں محسوس ہوتا ہے کہ اس میں توسقم آ گیا ہے تو وہ ترمیم لے آتے ہیں۔

آپ کی منتخبہ کمیٹی نے متفقہ رپورٹ دی ہے کہ شرعی نقطۂ نگاہ سے اس میں کوئی خامی نہیں ہے اسی طریقے سے عوام میں جب اس کو مشتہر کر دیا گیا ہے، علماء، دانشور، وکلاء سب کی جانب سے اس پر آراء آئی ہیں اور ۱۳ لاکھ چھیاسٹھ ہزار افراد نے غیر مشروط اس کی حمایت کی

ہے۔ اب اگر اسکے بعد کسی کو کوئی قانونی خامی نظر آ رہی ہے تو میری گذارش ہے کہ آپ جس طریقے سے اپنا بل پیش کر کے دو مہینے کے بعد پھر اس کے اندر ترمیمات کرتے ہیں، خدانخواستہ اس کے اندر اگر کوئی قانونی خامی رہ گئی ہے تو پھر اس کو آپ ترمیمات کے ذریعہ سے دور کر سکتے ہیں۔ لہٰذا میرا مطالبہ ہو گا کہ اس وقت اس بل کو غیر مشروط طور پر پاس کر دیا جائے۔ اس لئے کہ اس کے اندر جو کچھ دیا گیا ہے اس پر تمام مکاتب فکر علماء اور عوام کا اتفاق ہمارے سامنے آ چکا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ کیا اس کے بعد بھی التوا کا کوئی جواز باقی رہ جاتا ہے بس میں اتنی گذارش کروں گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اور کوئی صاحب۔ جناب قاضی حسین احمد صاحب۔

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین! جہاں تک شریعت کی بالادستی کے عقیدے کا تعلق ہے اس میں کوئی بھی مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے میں قرآن کریم کی چند آیات پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم میں متواتر تین آیات کا اختتام اس حصے پر ہوا ہے کہ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٤٥﴾ اور پھر دوسری آیات کا اختتام اس پر ہوا کہ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٤٧﴾ اور پھر تیسری آیت کا اختتام اس طرح ہوا وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾

یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ شریعت اور قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ فاسق ہیں، ظالم ہیں، وہی لوگ کافر ہیں۔

اس صریح حکم کے بعد کوئی بھی مسلمان یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ اس بات کا اظہار کرے کہ شریعت کے علاوہ کسی اور طریقے کو اس کی زندگی کا حکمران ہونا چاہئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک یہودی اور منافق کا آپس میں اس میں جھگڑا ہوا، یہودی نے کہا کہ ہم اپنا مقدمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتے ہیں اور منافق نے یہ سمجھتے ہوئے کہ کسی دوسری جگہ پر تو رشوت وغیرہ کا کوئی دوسرا طریقہ چل جائے گا مگر رسول اللہؐ تو انصاف کریں گے۔ اس لئے اس منافق نے یہ تجویز دی کہ کسی تیسرے آدمی کے پاس ان کا مقدمہ چلا جائے۔ اس پہ مقدمہ چلا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایک وحی آئی قرآن کریم میں اسی قصے کی مناسبت سے کہا گیا ہے۔

[Qazi Hussain Ahmad]

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا
فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

کہ قسم ہے تمہارے رب کی ذات کی یہ لوگ اس وقت تک مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تمام معاملات میں تمہیں حکم اور فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کرلیں اور پھر ان کے دل پر آپ کے فیصلے سے کوئی بوجھ نہ ہو' اور اس کے سامنے وہ مطیع نہ ہو جائیں اور اس سے پہلے اسی سلسلے میں یہ آیت ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ
أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ
ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں ان ہدایات پر ایمان لائے ہیں جو کہ تمہاری طرف بھیجی گئی ہیں اور تم سے پہلے بھیجی گئی ہیں۔ لیکن جب فیصلے کا وقت آتا ہے کوئی مقدمہ سامنے آتا ہے تو **یتحاکمون الی الطاغوت** پھر اپنے مقدمے کو طاغوت کے سامنے لے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ اس طاغوت کا انکار کر دیں اور مسلمان ہونے اور اسلام کے دائرے میں شامل ہونے کا مطلب و مقصد ہی یہی ہے کہ اس بات کا اقرار کریں کہ ہماری زندگی میں ہمارے تمام معاملات میں فیصلہ کرنے والا حاکم اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی شریعت سلیم ہے۔ اس طرح کے بہت سارے احکام قرآن حکیم اور احادیث میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ حضور صلی اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا

لا یومنی احدکم حتیٰ یکون هواءً تبعاً لما جئت بہ۔

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہے جب تک اس کے خواہش نفس اس شریعت کے مطابق نہ ہو جائے جو میں نے کہا ہے۔ یہ ایک مسلمہ عقیدہ ہے جب وہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوا پھر اس کا اپنا اختیار چلا گیا پھر وہ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کا پابند ہے اس کو جو آزادی ہے وہ ان امور میں ہے جس میں کوئی نقص صریح وارد نہ ہوئی ہو جس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو ان امور کے دائرے میں وہ مختار ہے لیکن وہ اس دائرے میں بھی

اس بات کا پابند ہے کہ وہ بھی پھر اجماع صحابہ کو دیکھے ' مجتہدین اور علماء نے اسلامی شریعت کے ایک عمومی مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا فیصلے کئے یا کیا اجتہاد کیا ہے اور مختلف مسائل کے بارے میں کون سا راستہ اس کو دکھایا ہے۔

جناب چیئرمین! اس بنیادی عقیدے کی روشنی میں ہم اس بات کے پابند ہیں کہ بحیثیت مسلمان شریعت کے قانون کو تسلیم کر لیں اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے زندگی گزاریں اور اسی عقیدے کا یہ نتیجہ تھا کہ جب تک ہمیں ہندوؤں کے ساتھ ساتھ انگریزوں سے آزادی حاصل نہیں ہوگی ہم بحیثیت مسلمان زندگی نہیں گزار سکتے۔ یہ اللہ اور بندے کے درمیان کوئی پرائیویٹ معاملہ نہیں ہے یہ مسلمان کا اجتماعی دائرہ کار ہے اور مسلمانوں کے انفرادی امور تمام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے تحت آتے ہیں وہ اپنے تمام مسائل میں اسی بات کا پابند ہے کہ وہ شریعت کی اطاعت کرے۔ اس میں ریاست اور حکومت و رعایا کا تعلق اور عدالت و سیاست ' معاملات ' لین دین ' اقتصادی امور یہ تمام معاملات ہم بحیثیت مسلمان اس بات کے پابند ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کی شریعت کی پیروی کریں اور اسی عقیدے کی وجہ سے مسلمان نے کسی کی سیاسی بالادستی قبول نہیں کی۔ یہ مذہباً" حرام ہے کہ کوئی مسلمان ہوتے ہوئے کسی کافر قوم کی سیاسی بالادستی کو قبول کرے اور اسی عقیدے کی وجہ سے ہم نے اپنے لئے الگ ریاست حاصل کی مسلمانوں نے اس کے لئے جدوجہد کی اور یہ کسی ایک شخص کے ساتھ ذاتی عقیدت کی وجہ سے نہیں تھی کہ مسلمان اس بڑی تعداد میں اٹھے۔ مسلمان جب اتنی بڑی تعداد میں اٹھے ہیں انہوں نے کسی کا ساتھ دیا ہے تو اسی لئے دیا کہ ان کے سامنے یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ اور اس نعرے کی وجہ سے اس سلوگن کی وجہ سے اور ان مقاصد کی وجہ سے بحیثیت مسلمان وہ اپنے آپ کو پابند سمجھتے تھے وہ ایک ایسی ریاست وجود میں لائیں جس میں وہ اللہ کی مرضی ' اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی دوسرے کے پابند نہ ہوں۔ کسی دوسرے کے غلام نہ ہوں۔ وہ ایک ایسی ریاست وجود میں لانا چاہتے تھے۔ جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے

کس نباشد در جہاں محتاج کس
نکتہ شرع مبین این است و بس

کہ جہاں میں ایک آدمی دوسرے آدمی کا محتاج نہ رہے اسی شریعت اسی شرع مبین کے لئے جس

[Qazi Hussain Ahmad]

میں ایک بندہ دوسرے بندے کا محتاج اور اس کا غلام نہ رہے بلکہ سب آپس میں بھائی بھائی اور اللہ کے بندے بن جائیں۔ اس معاشرے کو وجود میں لانے کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔

جناب والا! یہ ابھی مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل صاحب جو پارلیمانی امور کے بھی وزیر انچارج ہیں انہوں نے اس بات کا بڑا ادعا کیا ہے کہ وہ شریعت کا نظام چاہتے ہیں اور اسلام کا نظام چاہتے ہیں، اور قائداعظم کا بھی یہ قول تھا اور قائداعظم بھی یہ چاہتے تھے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ قائداعظم بھی یہ چاہتے تھے میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں نے پاکستان بنایا ہی اسی لئے ہے۔ لیکن چالیس سال کا عرصہ کوئی کم عرصہ نہیں ہے۔ ہماری ایک نسل اس میں چلی گئی ہے اور یہ ملک اگر اسلام کے لئے حاصل کیا گیا تھا اور اگر یہ مخلص تھے تو اس میں جناب والا! ایک سال کے عرصے کی بھی ضرورت نہیں تھی اس میں تو فوری طور پر یہ کام ہو جانا چاہئے تھا۔ اس کام میں تو کوئی مغالطہ بھی نہیں ہے۔ جناب والا! مسلسل پاکستان کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ایک خاص طبقے نے وڈیروں جاگیرداروں اور سول اور ملٹری کے وہ bureaucrat جن کی پرورش انگریزی تہذیب کے آغوش میں ہوئی تھی انہوں نے انگریز سے زیادہ وفاداری کے ساتھ اس کے نظام کو یہاں قائم رکھنے کے لئے مسلسل کوششیں کی ہیں اور آج ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں جس طریقے کا یہاں نظام ہے اس نظام سے ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ریموٹ کنٹرول سے وہی لوگ یہاں حکومت کر رہے ہیں جو پہلے براہ راست یہاں حکمران تھے۔ ان کے جو شاگرد یہاں ہیں وہ اپنے آقا سے بھی زیادہ وفاداری کے ساتھ ان کی تہذیب کو یہاں پروان چڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان کے طور طریقوں کی بھی یہاں حفاظت کر رہے ہیں اس لئے جناب چیئرمین! اس سے اگر کسی کے اندر کوئی تلخی پیدا ہوتی ہے تو وہ حق بجانب ہے کیونکہ چالیس سال تک اس کو یہی کہا گیا ہے اگر لوگ اور عوام اب اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو ان کو بھی آپ ملامت نہیں کر سکتے۔ ان کو بھی غلط نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کا اعتماد مجروح کیا گیا ہے اور مسلسل وہی پرانے طریقے استعمال کئے گئے ہیں یعنی اپنی ٹیکنیکل بنیادوں پر موخر کرنے کے طریقے۔

یہاں کچھ لوگ وہ ہیں جو کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں اسلام کی بھی اور شریعت کی بھی لیکن جو حکمران طبقہ یہاں رہ رہا ہے کھلم کھلا مخالفت کرنے کے باوجود انہوں نے یہی طریقہ اختیار

کیاہے کہ ہاں ہم مانتے ہیں یہ نظام ضرور نافذ ہو گا، کیوں نہیں ہو گا۔ اسلام لائیں گے یہ ملک اسلام کے لئے بنا ہے ہم اسلام کے لئے جان قربان کر دیں گے لیکن پرنالہ وہیں رہے گا۔ اس حد تک انہوں نے زبانی کلامی بات کی ہے۔ لیکن انہوں نے سر مو اس نظام میں بنیادی تبدیلی لانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ اس کے راستے میں رکاوٹ بنے رہے ہیں۔ اس لئے جناب والا! اس بنا پر اگر لوگوں کے اندر تلخی پیدا ہوتی ہے۔ ایوان کے اندر اور ایوان کے باہر، تو اس کی ذمہ داری ان عناصر پر ہے جنہوں نے مسلسل لوگوں کے اس اعتماد کو مجروح کیا ہے۔ اس وقت جو صورت حال اور نظام ہے ملک کا وہ بدترین قسم کا سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ چند لوگوں کے ہاتھ میں ملک کے اندر سارے وسائل آ گئے ہیں۔ اس ملک میں کچھ محدود لوگ ہیں جو سارے وسائل پر قابض ہیں اور اپنے مفادات کے مطابق اس ملک کو چلا رہے ہیں اب ہم جس ایوان میں ہیں یہ ایوان پینتالیس کروڑ روپے کے کثیر خرچ سے بنا ہے قرض لینے کے لئے ہم ساری دنیا میں پھرتے ہیں اور پھر اس کا سود دیتے ہیں اور اس میں سے ہم پینتالیس کروڑ روپے کا محل تعمیر کرتے ہیں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس پینتالیس کروڑ روپے کے محل میں ہم اپنی ان آرام دہ کرسیوں کے اندر کراہتے ہوئے مفلوک الحال عوام کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے نیچے کروڑوں عوام کراہ رہے ہیں چیخ و پکار کر رہے ہیں اس لئے کہ یہاں اسلامی نظام نافذ نہیں ہے۔ یہاں استحصالی نظام ہے۔ یہاں چند لوگوں کے مفادات کے لئے نظام بنا ہے۔ اس نظام کو تبدیل کرنے کے لئے ہمارے پاس شریعت اسلامی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے شریعت اسلامی ہی اس نظام کو تبدیل کر سکتی ہے جب بھی اس بات کی کوشش ہوئی ہے۔ جب بھی کوئی ایسی کوشش ہوئی ہے جس کے نتیجے میں کوئی بنیادی تبدیلی آنے کا امکان ہوا ہے تو اس کے راستے میں حکمران طبقہ ہمیشہ رکاوٹ بنا ہے۔

بنیادی تبدیلیاں شریعت بل کے ذریعے سے آ رہی ہیں۔ جناب والا! اس بات کو دیکھیں کہ اس کو موخر کرنے کے لئے کیا کیا طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ ایک طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ بالکل ابتداء میں جب پاکستان بنا تھا اور اسلامی شریعت کا مطالبہ کیا گیا تھا تو اس وقت بھی یہ اعتراض اٹھایا گیا تھا کہ کس کی شریعت، کس فرقے کی شریعت۔ یہاں تو ۷۲ فرقے ہیں۔ ۷۲ فرقوں میں سے کس کی شریعت آپ لانا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں ملک بھر کے ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ۳۱ علماء اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ۲۲ نکات پر مشتمل ایک متفقہ منشور

[Qazi Hussain Ahmad]

دیا کہ ان ۲۲ متفقہ نکات کے مطابق قانون سازی اور آئین سازی کر دی جائے۔ لیکن اس کے باوجود کہ ان مخالفین کا منہ بند کر دیا گیا وہ وہی الزام آج تک دیتے چلے آرہے ہیں۔ آج بھی بل کے مخالفین وہی الزام دہرا رہے ہیں کہ اس سے فرقہ واریت پیدا ہو گی اس سے فرقہ ورانہ تعصب پیدا ہو گا اس سے منافرت پیدا ہو جائے گی۔ حالانکہ آپ نے اسے مشتہر کیا ہے اور جو آراء آئی ہیں اس کے مطابق ملک کی ایک بہت بڑی اکثریت نے اس بات کی حمایت کی ہے۔ کون سا قانون ہے آپ کا کون سا بل ہے آپ کا جس کو اس قدر کثیر لوگوں کی تائید حاصل ہوئی ہو۔ کوئی بھی بل ایسا نہیں ہوتا جو متنازعہ نہ ہو کوئی بل بھی جو ایوان میں پیش ہوتا ہے ایسا نہیں ہوا کہ اس کی کوئی مخالفت نہ ہوئی ہو۔ آپ کسی اور بل کو مشتہر کر کے دیکھ لیجئے آپ کا کوئی بھی بل ایسا نہیں ہو سکتا جس میں عوام کی اتنی بڑی تعداد اتنی بڑی اکثریت کے ساتھ تقریباً ۹۵ فیصد یا ۹۹ فیصد کی تعداد میں لوگ اس کی حمایت کریں۔ اس کے بعد بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے منافرت پیدا ہو جائے گی اس سے فرقہ ورانہ تعصّبات پیدا ہو جائیں گے۔ حالانکہ اس بل میں کسی فرقے کی بات نہیں کی گئی۔

بل میں کسی حنفی فقہ کی بات نہیں ہے جو لوگوں نے کہا ہے کہ حنفی فقہ یہاں پر رائج کر رہے ہیں۔ کسی شافعی فقہ کی بات نہیں ہے۔ اس میں قرآن و سنت کی بات ہے۔ اور قرآن و سنت پر مبنی یہ سارا شریعت بل ہے۔ اس میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کسی بھی فرقے کے عقائد کے خلاف نہ جایا جائے بلکہ جن امور پر ہمیں اتفاق ہے ان امور کے مطابق یہاں ایک بل پیش کر دیا جائے۔ یہ بات کمیٹی میں آئی تھی۔ کمیٹی میں اس پر بات ہوئی ہے۔ کمیٹی میں ان تمام لوگوں کے اعتراضات کا جائزہ لیا گیا اور ان اعتراضات کی روشنی میں اس میں کچھ ترامیم بھی کی گئی تھیں۔ اس کے بعد اگر اس بل کی مخالفت بدنیتی کی وجہ سے نہ کی جائے اور بدنیتی کی وجہ سے یہ نہ کہا جائے کہ پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی تو اس بل میں کوئی ایسی بات نہیں رکھی گئی ہے جس کی وجہ سے یہ بل مختلف فرقوں میں متنازعہ بن جائے۔

جناب! اس پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ یہ آئینی بل ہے بنیادی طور پر اور اس کو ایک قانون کے ذریعے سے یہاں پیش کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فرض کیجئے اس بل کی بعض چیزیں آئینی بل کے طور پر بھی آتی ہیں تو اگر وہ قانون کے مطابق پاس ہو جائیں تو اس سے فرق کیا پڑتا

ہے مجھے کوئی بھی یہ نہیں سمجھا سکا۔ پھر یہ کہا گیا کہ کچھ آئین کی دفعات اس کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔ اس حد تک وہ آئین اسلامی شریعت سے متصادم ہے اگر اسلامی شریعت سے پاکستان کا آئین متصادم ہے تو جناب میں ایسے کسی آئین کے تحت حلف اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں جو اسلامی شریعت سے متصادم ہے۔ میں اسلامی شریعت کا پابند ہوں میں اللہ اور اس کے رسول کا وفادار ہوں سب سے بڑی وفاداری بحیثیت مسلمان کے یہ وفاداری ہے۔ اس وفاداری کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں کسی اور وفاداری کو ترجیح نہیں دے سکتا اس لئے جناب چیئرمین! اگر آئین کی کوئی دفعہ اس سے متصادم ہے تو وہ اسلامی شریعت سے متصادم ہے۔ یہ بات زیب نہیں دیتی ہے ان لوگوں کو جنہوں نے آئین بنایا ہے اور یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اس آئین کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمانوں کے عقائد کے مطابق بنا دیں اس لئے میں ان سے درخواست کروں گا کہ اگر ان کے خیال میں کوئی چیز ایسی ہے آئین میں جو اس سے متصادم ہے تو اس نویں ترمیمی بل میں اس رکاوٹ کو ایک ساتھ دور کر لیں اس سے یہ رکاوٹ بھی دور ہو جائے گی اور یہ دونوں اکٹھے پاس کر لئے جائیں تو یہ رکاوٹ بھی دور ہو جائے گی۔

جناب والا! میں اپنے عقیدے کی روشنی میں پاکستان کی سالمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستان کے عوام کے مختلف علاقوں کے جذبات کے پیش نظر ایوان سے درخواست کروں گا کہ اس بل کو بلا حیل و حجت منظور کریں۔ یہ بل مشتہر ہو چکا ہے۔ لوگوں کے اندر بہت شدید جذبات و احساسات پائے جاتے ہیں۔ جمعہ کے دن پورے ملک میں یوم نفاذ شریعت منایا گیا ہے۔ اس بل کے بارے میں لاکھوں مسجدوں میں یہ قرارداد پاس ہوئی ہیں کہ اس کو پاس کر دیا جائے۔ راولپنڈی اور اسلام آباد کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کل یہاں پارلیمنٹ کے سامنے اس شریعت بل کے حق میں مظاہرہ کریں گے کہ اسے فوراً واپس کیا جائے۔

اس کے علاوہ جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ ہم کن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے چاروں طرف تخریب کاروں کے کیا کیا عزائم ہیں۔ ہماری یکجہتی، ہماری سلامتی، ہمارا قومی وجود، اسلامی شریعت اور اسلام ہی کا مرہون منت ہے۔ اگر ہم نے اس نازک مرحلے پر اسلام سے غداری کی اور دغا کیا اور یہ دغا اور غداری سارے عوام کی نظروں میں آ جائے تو یہ ہمارے لئے خلق اور خالق، دونوں کے سامنے شرمندگی کا باعث ہو گا۔ ہم دونوں کے سامنے شرمندہ ہوں گے۔ جناب والا! ہم کس طریقے سے سندھیوں، بلوچوں، پنجابیوں اور پٹھانوں کو

[Qazi Hussain Ahmad]

متحد رکھ سکتے ہیں۔ بہاریوں، یوپی اور سی پی کے مہاجروں کو کس طرح سے متحد رکھ سکتے ہیں۔ ان کو متحد رکھنے کے لئے ہمارے درمیان صرف یہی ایک اسلام ہی قدر مشترک ہے جو ہم سب کو متحد رکھ سکتی ہے۔ ہمارے درمیان یہی قدر مشترک ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہم سب لاالہ الااللہ محمد الرسول اللہ پر یقین رکھنے والے ہیں، اس کے بغیر ان سب کو کیسے جوڑیں گے۔ اگر آپ دیکھیں تو ان کی زبان اور بولیاں الگ ہیں اور اس بات کا پروپیگنڈہ بھی کیا جارہا ہے اور ہمارے دشمن اس پر کام کر رہے ہیں کہ ہمیں نسلی، لسانی اور علاقائی بنیادوں پر تقسیم کر دیں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمیں متحد رکھنے والی قوت ہی اسلام ہے۔ اگر اس میں منافقت کا رویہ اپنایا گیا، یعنی زبان سے کہا جائے کہ ہم مسلمان ہیں، زبان سے کہا جائے کہ ہم تو اسلام کو مانتے ہیں لیکن عملاً اس پر عمل نہ کیا جائے تو میں عرض کرتا ہوں کہ زیادہ مدت تک یہ بات نہیں چلے گی۔ پہلے بھی ہمارے ملک کے دو حصے ہو چکے ہیں۔ یہ دو ٹکڑے کیوں ہوئے، یہ دو ٹکڑے اسی وجہ سے ہوئے کہ ہم مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان کے ساتھ بلبل اکیڈمی کے ذریعے جوڑنا چاہتے تھے، رقص کے ذریعہ سے جوڑنا چاہتے تھے کہ وہاں کے لوگ یہاں آکر ناچ و رنگ دکھائیں گے اور یہاں کے لوگ وہاں جاکر ناچ و رنگ دکھائیں گے تو اس طرح سے ثقافت مشترک ہو جائے گی۔ یہ ہماری ثقافت نہیں ہے بلکہ یہ تو ہم نے خود اپنی بنیاد پر کلہاڑا چلایا ہے۔

علاوہ ازیں آپ پر ہندوستان کی طرف سے جو تہذیبی یلغار ہے، اس کا مقابلہ ہم اسی طریقے سے کر سکتے ہیں۔ اس بنیاد پر، جس کی وجہ سے ہم ہندوستان سے الگ ہوئے تھے، اس بنیاد کو مضبوط بنایا جائے، اس کی طرف رجوع کریں۔ وہی بنیاد مضبوط ہوگی تو یہاں متحد قوم وجود میں آئے گی۔ یہاں انصاف ہو گا یہاں عدل ہو گا۔ یہاں سے exploitation اور استحصال کا نظام ختم ہو جائے گا۔ یہاں سادگی ہو گی۔ یہاں بڑے بڑے محلات نہیں ہوں گے، جس طرح سے اس بلڈنگ کی تعمیر میں ۴۵ کروڑ میں سے ۲۰ کروڑ روپے غبن ہو گئے ہیں۔ محل ابھی سے ٹپکنے لگا ہے اور کرسیاں ٹوٹنے لگی ہیں۔ مزید بر آں ہم قرض لے کر اور سود پر قرض لے کر اس طرح کی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے نکلنے کی ضرورت ہے۔ اب اس نظام کو چھوڑنے کی ضرورت ہے۔ یہاں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ یہاں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے میں آپ سے اور پورے ایوان سے استدعا کرتا ہوں کہ

اس بل کو منظور کر لیا جائے اس سے ایک بڑی تبدیلی رونما ہو گی جس سے ہم ایک نئے عدالتی نظام کے اندر آجائیں گے۔ شکریہ۔

جناب چیرمین: شکریہ، جناب پیر صاحب۔

پیر الحاج محمد شاہ: السلام علیکم، جناب چیئرمین صاحب و اراکین ایوان، پہلے تو میں اپنے پیش رو مقرر کی حمایت کرتا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے درست ہے۔ میں نے پہلے بھی گذارش کی ہے کہ میں مسلمان ہوں، کلمہ گو ہوں۔ جب بھی اسلام کی کوئی بات آتی ہے تو سب فرماتے ہیں کہ ہمارا کلمہ بھی ایک ہے، رسول بھی ایک ہے، دین بھی ایک ہے لیکن جب شریعت کے نفاذ کا سوال آتا ہے تو پھر اور بات بن جاتی ہے۔ میں تو انگریزی نہیں جانتا کہ constitution چیز کیا ہے۔ اس کو بنانے والے ہم لوگ ہیں اور اس کو بگاڑنے والے بھی ہم لوگ ہیں، ہمارا اسلام ایک ہے، ہمارا قرآن ایک ہے، لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہم میں حلال اور حرام کی تمیز ہے۔ اگر شریعت نہیں ہے تو پھر عقد و نکاح بھی نہیں ہے۔ عقد و نکاح کا آپ کو کس نے بتایا ہے کہ عقد و نکاح کریں بغیر اس کے کوئی عورت حلال نہیں ہوتی۔ اگر شریعت نہیں ہے تو پھر نکاح بھی نہیں ہے۔ نکاح نہیں ہے تو پھر عورت حلال بھی نہیں ہے۔ نکاح نہیں ہے تو پھر طلاق بھی نہیں ہے اگر شریعت نہیں ہے تو پھر آپ کسی چیز کو حلال بھی نہیں کر سکتے۔ پھر آپ اسی طرح کر سکتے ہیں جس طرح سکھ جھٹکا کرتے ہیں۔ جب قرآن پاک میں ہر قاعدے کی تفصیل موجود ہے۔ یہاں ہمیں بارہ مہینے گزر گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ آئین نہیں بنتا۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا آئین قرآن میں موجود ہے۔

میں نے پہلے بھی گذارش کی تھی ہماری نیت صاف ہونی چاہئے۔ ہمیں ابتداء اپنے گھر سے کرنی چاہئے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہاں اسلام کے نفاذ میں کوئی دیر نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج عوام ہنس رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ ہم اسی وقت فتح یاب ہو سکیں گے جب ہمارے ہاتھ میں لا الہ الا اللہ کی تلوار ہو گی اور یہ کلمہ ہماری زبان پر ہو گا۔ اگر ہمارے دوست اقبال صاحب کا دل جلتا ہے تو پھر اسلام لائیں مگر وہ تو constitution میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ constitution کو چھوڑ دو، سب کو کلمہ گو بنا دو، جو کچھ قرآن پاک میں ہے اس پر عمل کرو۔ ان میزوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نیچے بیٹھ کر بھی بات کر سکتے ہیں۔ فرش پر بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔ مسجد میں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔ خدارا عوام کو بد دل

[Pir Al-Haj Syed Muhammad Shah]

نہ کرو۔ شریعت کو نافذ کرو، شریعت کے نفاذ کے بغیر کچھ کام نہیں ہو گا۔ شریعت کے بغیر حرام و حلال کی تمیز نہیں رہتی۔ اس وقت ساری دنیا بے نقاب ہو چکی ہے۔ مسلمان، کافر اور یہودی میں کوئی فرق نہیں رہا۔ جب یہاں اسلام آئے گا اس وقت ہماری فتح ہو گی اور ہم پھر سے اسلام کی طرف لوٹ سکیں گے۔ اس لئے میری گذارش ہے کہ آئین پر مت جائیں۔ شریعت کو نافذ کریں میں کہتا ہوں کہ جو مسلمان ہو گا وہ شریعت بل کی مخالفت نہیں کرے گا۔ اس لئے خدارا شریعت کو نافذ کرو۔

ابھی آپ کہتے ہیں کہ عشر و زکوٰۃ دیں۔ ہم کیوں دیں۔ ہمارے اوپر ڈاکے پڑتے ہیں، پچیّس پچیّس ڈاکو آتے ہیں گھر لوٹ لے جاتے ہیں عورتوں سے زیورات چھین لے جاتے ہیں سننے والا کوئی نہیں ہے ہمارے سندھی غریب صحافی بیٹھے ہیں، ایم این اے بھی بیٹھے ہیں، سینٹر بھی بیٹھے ہیں حکومت ان کے ساتھ ہے، پولیس ان کے ساتھ ہے، عشر زکوٰۃ کاہے کی دیویں جب ہمارا تحفظ نہیں ہے، جان کا تحفظ نہیں ہے، عزت کا تحفظ نہیں ہے، عورتوں کی عصمت کا تحفظ نہیں ہے، کاہے کا عشر زکوٰۃ دیں، کس کو بولیں، کس کو فریاد کریں، فریاد سننے والا ہی نہیں ہے، ہمارے صدر صاحب کو خدا سلامت رکھے وہ علماء کی دعوتیں کرتے ہیں اور علماء اسلام کے وارث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، پر کوئی عمل نہیں ہوتا ہے بغیر عمل کے کچھ نہیں بنتا۔

جناب! میں گذارش کرتا ہوں کہ تمام بحث کو چھوڑو، اسلام کو لاؤ، اسلام کو لاؤ، میں عرض کرتا ہوں کہ آپ یہاں انتظام کریں، لٹیروں کا بندوبست کریں اگر نہیں کرتے تو ہتھیاروں سے پابندی اٹھا دیں تاکہ پبلک اپنے پاس ہتھیار رکھ سکے اور ڈاکوؤں سے پبلک خود نمٹے، ڈاکوؤں سے لوگ خود نمٹیں۔ ڈاکو کلاشنکوف کا ایک برسٹ مارتے ہیں تو سارا شہر چھپ جاتا ہے، لوگوں کے پاس ہتھیار ہی نہیں ہیں، کیا کریں، نہ آپ ہتھیار دیتے ہیں، نہ ہی حفاظت کرتے ہیں۔ اوپر سے عشر و زکوٰۃ لیتے ہیں، عشر و زکوٰۃ تب لیں جب آپ جان و مال کی حفاظت کریں، نہ جان و مال کی حفاظت ہے، نہ عصمت کی حفاظت ہے چونکہ شریعت نہیں ہے، اسلام نہیں ہے، اسلام ہو تو ان کا سر قلم کرو، ظالم کا سر قلم کرو، گردن زدنی ہو تو گردن اڑا دو، اسلام میں یہ چیزیں ہیں، اس لئے گذارش ہے کہ بحث میں مت پڑو، آنکھیں بند کر کے اسلام

کولاؤ، تب توہمارا پاکستان زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد، اسلام زندہ باد پاکستان تب رہے گا جب یہاں اللہ تعالیٰ کی شریعت نافذ ہوگی، ویسے نہیں رہے گا جناب، پھر ہم پکے مسلمان بنیں گے، مجاہد بنیں گے، پھر ہمارا پاکستان قائم رہے گا، خدا آپ کو سلامت رکھے اسلام کو لاؤ، اقبال صاحب! قرآن کی اطاعت کرو، وہ اسلام لاؤ، شریعت کا بل پاس کرو، اس میں کیا تکلیف ہے، ادھر سے خمینی نے ایران کو اسلامی ملک بنا دیا ہے۔ سازش کو بے نقاب کرو، سازشیوں کو گولی مارو، ایران جاؤ وہاں دیکھو کہ پانچ برس گذر گئے ہیں وہ کسی کی غلامی نہیں کرتے اس لئے کہ ان کا ایمان پکا ہے، ایمان کو مضبوط کرو، خدا پر بھروسہ رکھو، سپر پاور خدا ہے ہمارے مسلمانوں کے لئے اور کوئی سپر پاور نہیں ہے اس لئے پھر میں گذارش کرتا ہوں کہ اسلام کو لاؤ قرآن کو آزاد کرو، شریعت کو لاؤ، شریعت کے سوا یہاں کچھ نہیں چلے گا، ہمارے سارے بھائی بیٹھے ہیں ہم کیا گذارش کریں، مغرب کا طرز زندگی مسلمان کا طرز زندگی نہیں، مسلمان کا طرز زندگی اسلام ہونا چاہئے، خدا آپ کو سلامت رکھے، اسلام علیکم۔

جناب چیئرمین: وعلیکم السلام، پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمان الرحیم نحمدہ ونصلیٰ علیٰ رسولہ الکریم، جناب والا! اس وقت یہ ایوان جیسا کہ آپ نے اپنے ابتدائی ارشادات میں فرمایا، ایک بڑے ہی بنیادی قانون پر غور کر رہا ہے۔ یہ لمحہ ہمارے لئے ایک تاریخ ساز لمحہ بھی بن سکتا ہے اور اگر ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو صحیح صحیح ادا نہ کیا تو دنیا اور آخرت دونوں میں ہمارے لئے یہ وبال جان بھی بن سکتا ہے اس لئے میں اپنے سارے ساتھیوں سے پوری دردمندی کے ساتھ عرض کروں گا کہ ایمانداری اور صرف آخرت کی جوابدہی کے احساس کے ساتھ، ہر گروہی جماعتی علاقائی تعصب سے بلند ہو کر اس پر غور کریں اور جن مقاصد کے لئے یہ بل لایا گیا ہے انہیں حاصل کرنے کے لئے اپنی قوت استعمال کریں۔

جناب والا! شریعت کی بالادستی کے بارے میں مختلف باتیں اس ایوان میں کہی گئی ہیں میں ان کو نہیں دہراؤں گا، صرف تصحیح کی خاطر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ایک مسلم معاشرے اور غیر مسلم معاشرے میں جو چیز فرق کرتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ مسلم معاشرے کا قانون اس کا ضابطہ، اس کا کوڈ آف کنڈکٹ قرآن وسنت ہوتا ہے، ایک مسلمان اور کافر کے درمیان جسم، رنگ، شکل ان چیزوں کا کوئی فرق نہیں ہے، وہ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان ہیں لیکن یہ صرف

[Prof. Khurshid Ahmad]

کلمہ ہے جو ہمیں اور اس کو دو الگ الگ انسان بنا دیتا ہے دو الگ الگ کردار وجود میں لاتا ہے ' دو الگ الگ شخصیتوں کو جنم دیتا ہے اور دو الگ الگ معاشرے اور ریاستیں قائم کرتا ہے۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے اور اسلام اس معاملے میں اتنا حساس ہے کہ ایمان کا رشتہ اگر باقی نہ رہے تو پھر ازدواجی رشتہ بھی باقی نہیں رہتا پھر خون کا رشتہ بھی باقی نہیں رہتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا بھی اگر ایمان تبدیل ہو جائے وہ اسلام چھوڑ دے تو نکاح آپ سے آپ ختم ہو جاتا ہے باپ اور بیٹے کا رشتہ کتنا گہرا اور قریبی ہے لیکن اگر ان میں سے کسی ایک کا ایمان باقی نہ رہے وہ کافر ہو جائے تو وہ ایک دوسرے کی وراثت اسلام میں وصول نہیں کر سکتے وہ وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ خون کا رشتہ باقی ہے لیکن ایمان کے رشتے نے اب ان کو دو مختلف قومیں بنا دیا ہے۔ جناب والا! یہ اتنی بنیادی اور اہم چیز ہے' اس قانون کے ذریعہ' اس بل کے ذریعے دراصل اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ فی الحقیقت شریعت کا جو مقام ایک مسلم معاشرے اور ریاست میں ہونا چاہیئے اسے ہم تسلیم کریں' اسے ہم نافذ کریں اور اپنے عمل کو اس کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔

جناب والا! پاکستان کی تحریک کا ذکر ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ہماری تاریخ کی نہایت ہی شاندار' تابناک تحریک ہے۔ لیکن سیاسیات کے ایک طالبعلم کی حیثیت سے آپ سے یہ بات عرض کروں گا کہ پاکستان کا قیام محض ان لوگوں کی کوششوں کے نتیجے میں حاصل نہیں ہوا جو آج پاکستان میں رہ رہے ہیں۔ یہ دراصل پورے برصغیر کے مسلمانوں کی ایک تحریک کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے اور اگر میں جدید اصطلاح استعمال کروں تو اس کی پشت پر ایک سوشل کنٹریکٹ پاکستان کی تحریک کے راہنماؤں اور برصغیر کی امت مسلمہ کے درمیان تھا۔ اس سوشل کنٹریکٹ کی بنیاد پر یہ بات ہوئی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے مسئلے کا حل محض آزادی نہیں بلکہ پاکستان کی شکل میں آزادی ہے جو اسلامی قانون' اسلامی شریعت' اسلامی نظام کے قیام کے لئے قائم کیا جا رہا ہے۔ اس کے لئے ان تمام افراد نے ووٹ دیا جو یہ جانتے تھے کہ اس ووٹ کے دیئے جانے کے بعد ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے' ان کے سر قلم کر دیئے جائیں گے وہ کبھی آزادی کی نعمت سے شاد کام نہیں ہوں گے لیکن انہوں نے پاکستان کے لئے اس لئے ووٹ دیا کہ یہاں اسلام کی بالادستی ہو گی یہ ہے وہ سوشل کنٹریکٹ'

اس سوشل کنٹریکٹ سے ہم ان چالیس سالوں تک فرار کی راہیں نکالتے رہے ہیں ' خلوص اور ایمانداری اور دیانت کے ساتھ ہم نے اس سوشل کنٹریکٹ کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ آج پھر اس ایوان کو یہ موقع حاصل ہو رہا ہے 'اس قوم کو حاصل ہو رہا ہے کہ ہم شریعت بل کے ذریعے اس سوشل کنٹریکٹ کے تقاضوں کو پورا کریں۔

میں جانتا ہوں کہ محض بل پاس ہو جانے سے شریعت نافذ نہیں ہو جائے گی ' اسے نافذ کرنے کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا ہو گا لیکن جس طرح ایک فرد کے لئے اسلام قبول کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کم از کم زبان سے یہ کہے کہ لاالٰہ الاالله محمد الرسول الله ' جب الله کو اپنا الٰہ اور نبی پاک صلی الله علیہ وسلم کو اپنا ہادی اور اپنا رسول اشرف تسلیم کرتا ہے تب وہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح دراصل ایک ریاست کے لئے بھی ' ملک کے نظام قانون کے لئے بھی ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنے قانون کی زبان سے اس بات کا اعتراف اور اعلان کرے کہ میں الله تعالیٰ کی بالادستی کو تسلیم کرتا ہوں ' شریعت کی بالادستی کو تسلیم کرتا ہوں۔ یہ بل دراصل اسی مقصد سے یہاں لایا گیا ہے۔ جناب والا! اس کے اوپر جو اعتراضات کئے گئے ہیں جہاں تک میں نے ان کا تجزیہ کیا ہے وہ اعتراضات جو اخبارات میں لوگوں کے بیانات میں آئے ہیں یا وہ اعتراضات جو آپ کی اس رپورٹ میں بھی آئے ہیں۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ایک بڑا محدود طبقہ ہے جس نے یہ کہا ہے کہ ہم اس ملک کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے ہیں اسے ایک اسلامی ریاست نہیں ہونا چاہئے۔ بلاشبہ ان افراد کی تعداد کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں جو انٹرویوز ابھی آئے ہیں ان میں ایک صاحب نے برملا اس بات کا بھی اظہار کیا ہے کہ پچھلے دنوں جو کچھ کھیل اسلام کے ساتھ کھیلا جاتا رہا ہے اس کی وجہ سے اب ہمیں یہ جرأت ہو رہی ہے کہ ہم یہ بات کھل کر کہہ رہے ہیں ورنہ چند سال پہلے ہمیں یہ بات کہنے اور زبان کھولنے کی ہمت نہیں تھی۔ لیکن جناب والا! میں ان کے اس حق کو تسلیم کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص فی الحقیقت یہ سمجھتا ہے کہ یہ سیکولر ریاست ہونی چاہئے اور اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہے تو میں اس پر اس کی زبان نہیں کھینچنا چاہتا لیکن یہ عجیب لوگ ہیں کہ ایک طرف یہ جمہوریت کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک اتنی محدود تعداد یہ چاہتی ہے کہ یہ امت ' یہ قوم یہ ملک اپنی تاریخ ' اپنے نظریے ' اپنے ایمان اپنی رائے کو ترک کر کے ان کی بالادستی کو تسلیم کر لے ' یہ کیسی جمہوریت ہے۔

[Prof. Khurshid Ahmad]

ان آراء کا بھی آپ تجزیہ کیجئے، مخالفین نے بھی جسٹس آفتاب حسن کا سہارا لیا ہے لیکن اگر آپ یہ مان بھی لیں ایک ہزار چھ سو افراد نے مخالفت کی تو یہ نو سو افراد میں ایک فرد ہوتا ہے زیرو اعشاریہ زیرو ایک فیصدی، کیا اس تعداد کو اس بات کا حق ہے کہ یہ امت کی عظیم الشان اکثریت کے اوپر اپنی آراء کو مسلط کرے۔ محض اس لئے کہ ان کے پاس پریس کی قوت ہے محض اس لئے کہ ان کے پاس دولت ہے۔

جناب والا! اس موقع پر مجھے ایک مغربی historian کا ایک جملہ یاد آ رہا ہے پروفیسر Northrop بڑا مشہور historian ہے اس نے اپنے مضمون میں بڑے مزے کی بات کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی مسلم معاشرہ دور جدید میں ایسا نہیں ہے جہاں سیکولر لاء کے بغیر نافذ کیا جا سکا ہو، سیکولرازم اور despotism despotic power مسلم دنیا میں ساتھ ساتھ گئے ہیں اور وجہ اس کی بہت واضح ہے اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود یہ امت محض انسان کے بنائے ہوئے قانون کے اوپر، مغرب کے دیئے ہوئے قانون کے اوپر اپنی زندگی کے معاملات طے کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ایسا قانون اس کے اوپر جبر سے مسلط کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی مرضی کے ساتھ اس کے اوپر نافذ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کا اظہار اس سروے کے اندر بھی صاف طور پر ہو گیا ہے۔ جناب والا! میں اس محدود اقلیت سے یہ کہنا چاہتا ہوں آپ کو اپنے بنیادی حقوق حاصل ہیں، ہم آپ کو ان سے محروم ہرگز نہیں کرنا چاہتے، لیکن آپ کو یہ حق نہیں کہ آپ عظیم الشان اکثریت کے اوپر اپنی اس رائے کو مسلط کریں۔ میں ساتھ ہی بڑی دردمندی سے ان سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سیکولرازم کی بات کرنے والے شاید تاریخ کا جو رخ ہے اس سے واقف نہیں۔ سیکولرازم انیسویں صدی کے خاص فکری اور تہذیبی ماحول کی پیداوار ہے اور سیکولرازم تنہا نہیں ہے، سیکولرازم، نیشنلزم laissez-faire capitalism یہ تین اجزاء تھے اس پوری آئیڈیالوجی کے، جو یورپ کے مختلف ممالک میں ابھری، اور یہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں، آج نیشنلزم آہستہ آہستہ قصہ ماضی بنتا جا رہا ہے۔ خود مغربی اقوام محدود قومیت سے بالاتر وسیع تر تعاون قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے laissez-faire capitalism ختم ہو چکا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے سوشلزم، کیمونزم، syndicalism وجود میں آئے، اور پھر ویلفیئر سٹیٹ خود سرمایہ

دارانہ نظام سے ابھری آج کی ریاست ایک آئیڈیالوجیکل سٹیٹ ہے خواہ وہ سرمایہ داری کے پس منظر میں ہو یا اشتراکیت کے پس منظر میں ہو۔ سیکولرازم جو ایک منفی آئیڈیالوجی ہے وہ ۲۰ صدی کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی، وہ کوئی positive آئیڈیالوجی نہیں دے سکتی۔

جناب والا! ان حضرات سے میں درخواست کروں گا کہ خواہ آپ مسلمان کی حیثیت سے غور کریں خواہ آپ برصغیر کی تاریخ کی روشنی میں غور کریں، خواہ آپ دنیا کی تاریخ کی روشنی میں غور کریں، سیکولرازم کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے دوسری بات، جناب والا! یہ کہی گئی ہے کہ فقہی اختلافات ہیں۔ اس سلسلے میں محترم قاضی حسین احمد صاحب نے جو باتیں کہی ہیں میں ان کو دہرانا نہیں چاہتا، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس بل کے اندر نہ کوئی فقہی مسلک اختیار کیا گیا ہے اور نہ کسی فقہی مسلک کو impose کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس جنرل بحث میں تھوڑا سا وقت صرف کر کے فی الحقیقت اس بل کا تجزیہ کریں اور یہ دیکھیں کہ اس میں کیا کہا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا اس کا مقصد شریعت کی بالادستی کا قیام ہے۔ اس مقصد سے اس بل میں جو پندرہ دفعات ہیں، ان میں سے ایک دفعہ یا دو دفعات آپ کہہ لیجئے ایسی ہیں دراصل جن کا مقصد شریعت کی تعریف کرنا ہے کہ شریعت سے مراد کیا ہے اور باقی دس دفعات ہیں وہ بنیادی اصول ہیں جو شریعت کی بالادستی کی بناء پر وجود میں آئیں گے شریعت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ وہ طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا، اور یہ قرآن وسنت پر مشتمل ہے کچھ حضرات یہ دور کی کوڑی لائے ہیں، اس طرح دراصل قرآن و حدیث کو برابر کر دیا گیا ہے۔

جناب والا! یہ ایک مغالطہ ہے جس ترتیب سے یہاں بات رکھی گئی ہے قرآن و حدیث، قرآن وسنت، یہی وہ ترتیب ہے جس سے خود قرآن نے ہمیں یہ بتایا، کہ مسلمانوں کے لئے ہدایت کا ماخذ کیا ہے سب سے پہلا ذریعہ قرآن ہے اور پھر اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو اس کی تشریح کی، جو وضاحت اس کی کی، جو نمونہ اس کی روشنی میں پیش فرمایا، وہ دوسرا مستقل ماخذ ہے، قرآن صاف کہتا ہے کہ جو اللہ کا رسول تمہیں دیتا ہے وہ تم لے لو، وہ جس سے منع کرتا ہے اس سے رک جاؤ۔ قرآن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو منصب بتاتا ہے وہ یہ ہے وہ قرآن کی تشریح کرتے ہیں اس کی تفسیر بتاتے ہیں، اس کی وضاحت

[Prof. Khurshid Ahmad]

کرتے ہیں، قرآن صاف کہتا ہے کہ یہ نبی اس لئے آیا ہے کہ تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے، تمہارا تزکیہ کرے۔ قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کرے۔

جناب والا! خود قرآن نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اسلامی شریعت کے جو دو مستقل ماخذ ہیں وہ قرآن وسنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس بل میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے لیکن اس کے بعد کچھ اصول ہیں جن کے ذریعے سے قرآن وسنت کے احکام کو سمجھا بھی جاتا ہے اور نئے حالات کے اوپر ان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ یہاں مشکل یہ ہے کہ پچھلے سالوں میں خود مسلمانوں میں ایک ایسا رحجان پیدا ہوا کہ اجتہاد کے نام پر قرآن وسنت کے جس حکم کو جس طرح چاہو بدل ڈالو۔ حالانکہ اجتہاد ایک فنی اصطلاح ہے اس کے معین معنی ہے وہ غور وفکر کا ایک طریقہ ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآن وسنت کی نصوص، اس کے واضح احکام پر غور کر کے شریعت کے مجموعی مقاصد کو سامنے رکھ کر ان معاملات کے بارے میں جن کا واضح اور بین ذکر نہیں ہے مستنبط کیا جائے کہ ان کے لئے شریعت کا حکم کیا ہے اور یہ کام انجام دینے کے لئے پھر مختلف طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ قیاس ہے جس میں علت کے اشتراک کو دیکھ کر حکم پایا جاتا ہے یا اطلاق کیا جاتا ہے اور اگر کسی رائے کے اوپر اس دور کے مجتہدین کا اتفاق رائے ہو جائے تو اسے اجماع کہتے ہیں۔ تو در اصل شریعت کی تعریف ہی کی ذیل میں اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ جہاں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے، ہر دور میں کھلا رہا ہے، آج بھی کھلا ہوا ہے اور مستقبل کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اجتہاد کیا جائے وہیں یہ بھی ضروری ہے اسے ان قواعد کے تحت کیا جائے، ان اصولوں کی روشنی میں کیا جائے جو قرآن وسنت نے ہم کو بتلائے ہیں۔ اجماع اور قیاس قرآن وسنت ہی سے ماخذ کئے گئے ہیں، اور اس پر پوری امت کا اتفاق رہا ہے کسی ایک مکتب فکر کا نہیں، کہ یہ وہ ادلہ شریعہ ہے یہ وہ متفق علیہ طریقے ہیں، جس سے ہم احکام کو جانیں گے اور ان احکام کا اتباع کریں گے۔

آپ کو معلوم ہے جناب والا! علامہ اقبال نے اس کے اوپر بڑی بھرپور بحث کی ہے 'دی کنسٹریکشن آف تھاٹ' میں بھی، اپنے مضامین میں بھی اور اپنے شعری مجموعوں کے اندر بھی، اور انہوں نے اس بات کو صاف صاف کہا ہے کہ جہاں اجتہاد بے حد ضروری ہے اور جسے انہوں نے principles of movement in Islam قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ

کہا ہے کہ اس کے کچھ آداب ہیں اس کے کچھ اسلوب ہیں' اس کے کچھ طریقے ہیں' اور اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو پھر وہ اجتہاد نہیں وہ پھر انحراف ہو جاتا ہے اسی لئے انہوں نے فرمایا

زاجتہاد عالمان کم نظر

اقتداء بر رفتگاں محفوظ تر

اس کی جو پہلی چیز ہے اس کلاز کے اندر اور پھر اس کی کلاز ۱۲ کے اندر جو بات کہی گئی ہے وہ دراصل شریعت کی تعریف' شریعت کو سمجھنے کا طریقہ اور شریعت کی روشنی میں نئے مسائل حل کرنے کے لئے کیا ضابطے' کیا قاعدے کیا اصول اختیار کئے جائیں گے ان کی تشریح ہے یہ وہ پہلی چیز ہے جو اس بل کے اندر لائی گئی ہے یہاں میں یہ وضاحت بھی کر دوں کہ اس طرح اس نے اس controversy کو ختم کر دیا ہے جو چند مجتہدین وقتاً فوقتاً اٹھاتے رہے اور اسی بناء پر اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اس بات کو بتا دیا جائے کہ جو چیزیں اجماع سے طے ہو چکی ہیں وہ چیزیں جن کے اوپر امت کا اتفاق رہا ہے ان کو ان ضوابط اور قواعد سے ہٹ کر محض کسی شخص کو خوش کرنے کے لئے یا محض زمانے کے چلن کا احترام کرنے کے لئے نہیں تبدیل کیا جا سکتا۔ وہ ضابطے ہیں' ضابطوں کے تحت یہ کام ہوتا ہے اور میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلامی قانون و شریعت کے اندر نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے نئے وسائل کو تبدیل کرنے کے لئے ان کا حل نکالنے کے لئے پوری پوری گنجائش موجود ہے۔ جو قواعد ہیں ان کے تحت ہم ہر دور کے مسائل کو دیکھ سکتے ہیں یہ تینوں چیزیں ان کے اندر موجود ہیں پرانے معاملات جو طے شدہ ہیں اگر ان کے اسباب بدل گئے ہیں یا خیالات میں تغیر پیدا ہو گیا ہے تو پھر آپ ان احکام پر ان تبدیلیوں کی بناء پر از سر نو غور کر سکتے ہیں اور جو فقہی آراء مختلف افراد نے مختلف زمانوں یا مقامات میں دی ہیں ان سب کو مجتمع کیا جا سکتا ہے۔ یہ تینوں راستے کھلے ہیں اور یہ ہماری ہر ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی بل میں دراصل اس شریعت کی وضاحت کر کے ان دروازوں کو بند کر دیا ہے اور یہ متعین کر دیا ہے کہ کس طریقے سے یہ کام ہو گا۔

دوسری چیز یہ کہ ہمارے دستور میں یہ بات ضرور لکھی ہوئی ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی لیکن یہ صرف اس کا ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ قرآن و سنت میں جو کچھ کہا گیا ہے اسے ہر قانون سازی کی بنیاد بنایا جائے اس بل کے ذریعے سے آپ یہ دیکھیں گے کہ ایک اصول یہ سامنے رکھا گیا ہے کہ مقننہ شریعت کے خلاف

[Prof. Khurshid Ahmad]

کوئی قانون سازی نہیں کر سکتی۔ یہ اس اصول کا اعادہ ہے جسے دستور تسلیم کر رہا ہے، اسے دستور سے متصادم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسے یہاں بیان کرنا اس لئے ضروری تھا کہ شریعت کی بالادستی کے معنی یہی ہیں کہ ان احکام کے خلاف کوئی چیز نہ ہو جو احکام شریعت نے دیئے ہیں ان کو مثبت طور پر قانون سازی کے لئے ماخذ بنایا جائے۔

دوسرا اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرنے کی پابند ہوں گی۔ کسی بھی اسلامی نظام کے لئے شریعت کی بالادستی کے لئے یہ لازمی جزو ہے۔ اب تک ہم نے اس کو avoid کرنے کی دلیل دی ہے کہ ہماری عدالتیں اس کی اہل نہیں ہیں اگر ہم ان عدالتوں کو یہ اختیار دے دیں گے تو یہ شریعت کو بازیچہ اطفال بنا دیں گے۔ میں بھی جزوی طور پر اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ ہمارا تعلیم قانون کا نظام، ہمارا عدالتی نظام ہماری عدالتی روایات، ہمارا وکالت کا پیشہ اس تمام پس منظر میں، یہ حضرات فی الحقیقت اس وقت اس کی اہلیت نہیں رکھتے لیکن ہم نے چالیس سال اسی امید پر کہ کبھی یہ کیفیت پیدا ہوگی یہ کام نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اب ہمیں یہ کام کر دینا چاہئے اور بلاشبہ اس پر رک نہیں جانا چاہئے۔

ہمیں اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ جن تبدیلیوں کی عدالتی نظام میں ضرورت ہے قانون کی تعلیم کے نظام میں، وکیلوں کے نظام میں وہ بھی ہم اس کے ساتھ ساتھ کریں اور عبوری دور کے لئے ہم عدالتوں میں علماء کرام کو جس طریقہ سے فیڈرل شریعت کورٹ کے لئے دستور کے اندر پرویژن موجود ہے ہر ہائر کورٹ کے اندر یعنی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے اندر لائیں۔ اس کے بعد پھر ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہمارا ہر جج ایسا ہو جو علم دین بھی رکھتا ہو اور دنیا کے حالات سے بھی واقف ہو۔ تاکہ ہمارے علماء جہاں وہ دینی علوم میں مہارت رکھتے ہوں وہ اپنے دور کے مسائل سے بھی واقف ہوں۔ یہ تبدیلیاں ہمیں کرنا ہونگی لیکن ہم ان تبدیلیوں کا انتظار نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ہم نے اسی امید پر چالیس سال گزار دیئے ہیں بلکہ گنوا دیئے ہیں۔ اب انتظار ممکن نہیں ہے۔ یہ اصول مانئے اور اس اصول کو ماننے کے ساتھ ساتھ اس طرح کے اقدام کیجئے۔ یہی راستہ ہے جو کئی ملکوں نے اختیار کیا ہے جزوی سہی لیکن مصر، لیبا اور سوڈان میں اور دیگر مقامات پر یہ اصول مانا گیا ہے کہ یہ کام کر لو اور اس

کے ساتھ ساتھ اس بات کی کوشش کرو کہ جو اس کی مقتضیات ہیں جو اس کی ضروریات ہیں وہ پوری ہو جائیں۔

تیسرا اصول اس کا بیان کیا گیا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ کو وسیع کیا جائے' اس بات کو نویں ترمیمی بل میں اصولاً تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن صرف اصولاً۔ اس لئے کہ وہاں جس شکل میں یہ آرہا ہے وہ خاطر خواہ نہیں۔ یہ شکل جو یہاں تجویز کی گئی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ پھر اس کے بعد اس میں بڑا اہم اصول یہ رکھا گیا ہے کہ شریعت کے خلاف احکام دینے پر پابندی ہے اور اس کا دائرہ اس سے وسیع ہے جو صرف لیجسلیشن کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ایگزیکٹو آرڈرز کے لئے بھی ہے۔ اسی طریقے سے احتساب ہے۔ ہم accountability کی باتیں بہت کرتے ہیں لیکن جب معاملہ اپنا ہوتا ہے تو ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ کم از کم ہمیں تحفظ حاصل ہو۔ اسلام میں سربراہ مملکت سے لے کر ایک عام شہری تک ہر ایک کو accountable بنایا ہے۔ اور یہاں یہی اصول لایا جا رہا کہ یہ سب عوام اور قوم' قانون کے سامنے عدالتوں کے سامنے اکاؤنٹیبل ہوں اور اگر خلافت راشدہ میں خلفاء آ کر قاضی کے سامنے بیٹھ سکتے ہیں اپنے نمبر کا انتظار کر سکتے ہیں اور اگر ان کو کوئی بہتر بیٹھنے کی جگہ کرتا تو انکار کر دیتے ہیں کہ یہ انصاف اور عدل کے خلاف ہے۔ آج جس طرح ہم صبح و شام اسلام' اسلام پکارتے ہیں آخر ہم سے ایسا کیوں نہیں ہو رہا ہے۔

اگلا اصول اس میں یہ طے کیا گیا ہے کہ احتساب میں سب برابر ہوں اگر اس کے لئے offer کسی دستوری ترمیم کی ضرورت ہے تو وہ کرنی چاہئے میں اس پر بھی میں آتا ہوں۔ پہلے اصولاً یہ وضاحت کر دوں کہ حکومت کے تمام کارندے' آفیسرز شریعت کے خود پابند ہوں اگر وہ احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں' محض احکام ہی نہیں بلکہ اپنی زندگی کے معاملات کے اندر بھی' ذرائع ابلاغ کی اصلاح' تعلیم کی اصلاح' حرام کمائی پر پابندی اور بنیادی حقوق کا تحفظ' یہ وہ بنیادیں ہیں جن پر شریعت بل مبنی ہے۔ مجھے بتائیے کہ اس میں کون سی چیز غیر شرعی ہے' غیر ضروری ہے' زائد ہے اگر یہ ایک مہذب معاشرے کی ضروریات ہیں اگر یہ قرآن و سنت کا واضح تقاضا ہے اگر یہی وہ چیز ہے جس کا نام شریعت ہے تو پھر ہم آخر ٹیکنیکل وجوہ کی بنا پر کیوں اس سے بھاگ رہے ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اگر اس سے قانون کے مسودے میں کوئی ٹیکنیکل سقم ہے تو ہم اس کو دور کریں اور قانون سازی کے لئے سینٹ' قومی اسمبلی میں قوانین کو

[Prof. Khurshid Ahmad]

پیش کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے لیکن مجھے بڑے دکھ کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹی نے بجائے اس کے کہ جو بھی اس کی نگاہ میں ٹیکنیکل مشکلات تھیں ان کا حل نکالتی، اس نے ان ٹیکنیکل چیزوں کا سہارا لے کر اس بل کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس میں کامیاب نہیں ہو سکی اور میں پھر کہتا ہوں کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آج ملک کے گوشے گوشے میں جو آواز بلند ہو رہی ہے جو سیاسی دباؤ ہے آپ اس سے بھاگ نہیں سکتے۔ (مداخلت منتخبہ نہیں قائمہ کمیٹی کہتی ہے۔ قائمہ کمیٹی کے صدر کی طرف سے اس پر سات، آٹھ اعتراضات آئے ہیں۔ مداخلت.........

قاضی عبداللطیف: حضرت وہ قائمہ کمیٹی نہیں بلکہ منتخبہ کمیٹی تھی۔ قائمہ کمیٹی نے تو سرے سے اس پر کوئی بحث کی ہی نہیں۔

پروفیسر خورشید احمد: I can correct it نتیجہ کمیٹی۔ میں عرض کر رہا تھا اگر کوئی ٹیکنیکل چیز تھی تو اس کو دور کرنے کا موقع تھا اور موقع اب بھی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ موقع باقی نہیں رہا۔ موقع اب بھی ہے لیکن خدا کے لئے ٹیکنیکل بنیادوں کے اوپر اس کو مؤخر کرنے، ٹالنے یا kill کرنے کی کوشش نہ کیجئے اسے Improve کرنے کی کوشش کیجئے اسے Implement کیجئے اور اس کا راستہ اب بھی ہے کہ آپ کے پاس Ninth Constitutional Amendment آ رہی ہے۔ اس میں جتنی چیزیں آئینی ترمیم کے لئے ضروری ہوں اسے ہم اس میں شامل کر سکتے ہیں اور اس طرح اس چیز کے لئے جو دستوری ترامیم درکار ہیں وہ کی جا سکتی ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ تین چار چیزیں ایسی ہیں جن کے لئے دستوری ترمیم ضروری ہے لیکن وہ ترمیم تجویز کر دینے کا یہ ایوان مجاز ہے اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ یہ بل متفقہ طور پر پاس ہو گا محض ۵۱ فی صد پر نہیں اور اگر اس کو متفقہ طور پر پاس ہونا ہے تو آیئے اس کی ٹیکنیکل ضروریات کو پورا کر لیں۔ عام دوستوں کی طرح بھائیوں کی طرح افہام و تفہیم سے کر سکتے ہیں بجائے اس کہ بدمزگی پیدا ہو لیکن خدارا وہ راستہ اختیار نہ کیجئے جو آپ کے لئے بھی اس ایوان کے لئے بھی اور اس ملک کے لئے بھی اور اس قوم کے لئے بھی نقصان دہ ہو۔ اس لئے اس بات کو سہارا نہ بنایئے کہ فلاں چیز کے لئے دستوری ترمیم کی ضرورت ہے اس میں وہ نہیں آ سکتی۔ اگر دستوری ترمیم ضروری ہے تو ٹھیک ہے آیئے دستوری ترمیم لاتے ہیں تا کہ اس بل

کے مقاصد پورے ہوں اور دیگر جن چیزوں کو قانون کی شکل میں ہونا چاہئے انہیں قانون کی شکل میں لایا جائے۔ یہ وہ راستہ ہے جس سے ہم سرخ رو ہوں گے اور انشاء اللہ اگر ہم خلوص کے ساتھ کام کریں گے تو ہمارے لئے بڑا اجر ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں اور دنیا میں بھی ہمیں اسی طرح سے کامیابی ہوگی۔

جناب والا! میں ہر گروہی تعصب سے بلند ہو کر اس بات کا اظہار کر رہا ہوں اور اپنے سب ساتھیوں سے اسی جذبے سے اپیل کر رہا ہوں کہ خدارا اس کو نہ پریسٹیج کا مسئلہ بنائیے نہ جماعتوں کا مسئلہ بنائیے۔ یہ ایسا نہیں ہے کہ یہ خاص کسی کی ذاتی جائیداد ہو یا یہ قاضی حسین احمد صاحب کی کوئی چیز ہو یہ اس ایوان کی نہیں، پاکستان کی نہیں، بلکہ پوری امت کی پراپرٹی ہے۔ اگر اس میں کہیں کوئی خامی ہے اس کو دور کر لیجئے۔ آیئے ہم سب مل کر اس کو لے کر چلیں اور صرف قانون ہی پاس نہ کریں بلکہ اس کے بعد فی الحقیقت اس کی تنفیذ بھی کریں۔ ان کے مطابق ہم اپنے اور اپنے ملک کے معاملات کو تبدیل کرنے کی بھی کوشش کریں۔ اگر یہ راستہ ہم اختیار کریں گے تو ہم کامیاب ہوں گے ورنہ حالات بہت خراب ہو جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم ان چیزوں کو محسوس کر کے مزید کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے بدمزگی پیدا ہو۔ ابھی وہ آئیں ہم انہیں راستہ دکھا سکتے ہیں۔ آیئے وہ راستہ نکالئے اور انشاء اللہ اس میں سب کو کامیابی ہوگی۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

<u>جناب چیئرمین</u>: پیشتر اس کے کہ آپ تشریف رکھیں میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں مجھے حق نہیں پہنچتا کہ میں بحیثیت چیئرمین اس بحث میں دخل دوں لیکن اب تک جو بحث ہو چکی ہے اور اس تمام بحث کا یہی مطلب تھا جس سے دو چیزیں سامنے آئی ہیں۔ ایک جو قاضی حسین احمد نے تجویز کی تھی کہ یہ بل اور آئینی ترمیمی بل اکٹھے ہی پاس ہوں گے تب یہ کام بنے گا۔ آپ بھی دوسرے الفاظ میں تقریباً اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔ لیکن آپ نے مزید ایک تجویز دی ہے کہ افہام و تفہیم سے اس سب معاملے کو نمٹایا جائے اور اس کو اس بنا پر کہ یہ آئین کے مخالف ہے یا اس کو فنی وجوہات کی بناء پر موخر نہ کیا جائے۔ تو میں یہ جاننا چاہوں گا ایوان کے فائدے کے لئے کہ وہ طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ آیا ہم موجودہ طریقہ کار ہی اپنائیں کہ جنرل ڈیبیٹ کے بعد سیکنڈ ریڈنگ شروع ہو اور اس میں ہم ترامیم طلب کریں اور پھر وہ ترامیم ایک آدمی پیش کرے اور پھر ان پر بحث ہو یا کوئی اور طریقہ اختیار کریں جس سے ایوان کے اندر یا ایوان کے باہر افہام و تفہیم

[Mr. Chairman]

ہو سکتی ہے جو حضرات مختلف آراء رکھتے ہیں آپس میں بیٹھ کر طے کرلیں کہ آئین میں کیا تبدیلی لائی جائے۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر اس کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے تو وہ بھی کیا جائے تو اس کا طریقہ کار کیا ہو سکتا ہے۔ میں یہ جاننا چاہوں گا۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اصل مسئلے کو لے لیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ راستہ یہی ہے۔ ہوا در اصل یہ ہے چونکہ پچھلے ایک سال سے اس کو اس سپرٹ میں نہیں لیا گیا اس لئے اس سے بد مزگی اور بے اعتمادی پیدا ہو گئی۔ جس چیز کو تاخیر کرنے کا ذریعہ بنایا گیا وہ یہ تھا کہ رائے عامہ معلوم کرلی جائے۔ حالانکہ شریعت کے بارے میں رائے عامہ معلوم چیز ہے۔ معلوم کرنے کی چیز نہیں ہے۔ آپ یہ دیکھئے کہ اس کے نتیجے میں ملک گیر تحریک کس طرح پیدا ہو گئی ہے۔ اگر حکومت نے دانشمندی سے اس پورے معاملے کو طے نہ کیا تو یہ سودا خاصا مہنگا بھی پڑ سکتا ہے۔ اس لئے بدقسمتی سے اس فضا کی بناء پر یہ مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ ورنہ راستے بہت سے موجود ہیں۔ ایک راستہ یہ ہے کہ دوسری خواندگی کے موقع پر حکومت مجوزین کے درمیان باہم انڈرسٹینڈنگ سے جو ترامیم تیار ہو سکتی ہیں ان کو لایا جائے اور دوسرا رول ۸۵ آپ دیکھ لیں اس میں بھی اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ مجوزین کے تعاون سے آپ ایک راستہ نکال سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اور کوئی صاحب اس وقت بولنا چاہتے ہیں۔ جناب شہزادہ برہان الدین صاحب۔

شہزادہ برہان الدین: جناب چیئرمین صاحب! میں اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان بنے ہوئے چالیس سال ہو چکے ہیں اور ہم نے اسے اسلام کے نام پر بنایا تھا ہمارے ہاں چترال میں چار سو سال تک شریعت جاری رہی۔ اس میں نہ کسی کا ہاتھ کاٹا گیا نہ کسی کو سنگسار کیا گیا خدا کے فضل سے اتنا اچھا معاشرہ ہے کہ اب بھی چترالی تمام پاکستان میں سب سے اچھے شہری ہیں۔ چور نہیں ہیں جھوٹے نہیں۔ ایسا اسلام ہی کی وجہ سے ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے کو بھی انگریزی قانون مسلط کر کے خراب کر دیا گیا۔ میں عرض کروں گا کہ اس میں افہام و تفہیم کی بات نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں ہم قرآن پر ایمان لائے ہیں ہمیں بغیر کسی افہام و تفہیم کے شریعت بل کو پاس کرنا چاہئے۔ اس میں کسی افہام و تفہیم کی ضرورت نہیں ہے۔ انگریزی قانون

میں تو افہام و تفہیم کی بات ہو سکتی ہے۔ لیکن اس میں قرآن کا واضح حکم ہے کہ تم اسلام پر کسی بھی چیز کو ترجیح نہ دو خواہ وہ کافر کا قانون یا کافر کی زبان ہو۔ لیکن میں افسوس سے کہتا ہوں کہ ہم اس قانون کو اپنے اسلامی قانون پر ترجیح دے رہے ہیں۔

میں پر زور الفاظ میں اس ایوان میں کہتا ہوں کہ ہم اسلامی قانون کو اس خطے میں رائج کریں گے اگر نہیں کریں گے تو میں نے اس آزادی کے لئے کچھ قربانی دی تھی اور اب جب تک یہ نہیں ہو گا میں تمام مسلمانوں خاص کر چترال قبائل کو ساتھ لے کر اس کے لئے جہاد کروں گا۔ جہاد اس لئے کروں گا کہ اسلامی قانون کے لئے ہم نے پاکستان بنایا تھا اس لئے یہ نہیں بنایا تھا کہ اس میں ہر طریقے سے انگریز کی پالیسی رائج کی جائے۔ وہ چیز جو انگریز خود نہیں کر سکتا تھا اس نے پاکستان بننے کے بعد اپنے پٹھوؤں کے ذریعے رائج کر دی۔ دیر سوات قلات چترال میں شریعت قائم تھی۔ وہاں انگریز نہ خود آ سکتے تھے نہ اپنی زبان لا سکتے تھے نہ اپنا قانون لا سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے گماشتوں کے ذریعے ان اسلامی قوانین کو وہاں سے ہٹا دیا جس کی وجہ سے لوگ آج تک بد ظن ہیں۔ پاکستان سے بد ظن ہیں۔ ہم مسلمانوں کے قانون کو ہماری جگہوں سے نکال دیا ہمارے معاشرے کو خراب کر دیا ہے میں کہتا ہوں کہ ہم لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہی ایک ذات ہماری مدد گار ہے اور اسی کے آسرے پر ہم چل رہے ہیں اگر ہم اس کی مدد سے بھی اپنے کو محروم کر دیں تو پھر اس دنیا میں ہمارا کوئی بھی نہیں ہے۔ لہٰذا میں ان الفاظ کے ساتھ آپ سے عرض کرتا ہوں تمام بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ شریعت بل ہم لوگوں کا ایمان ہے اور جو اس کی تائید نہیں کرتے اس کے حق میں بات نہیں کرتے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔

<u>جناب چیئرمین :</u> شکریہ۔ جناب میرداد خیل صاحب۔

<u>جناب عبدالرحیم میرداد خیل :</u> جناب چیئرمین! اللہ تبارک تعالیٰ نے خود قرآن حکیم میں بڑے صاف الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ جس شخص نے میرے ذکر سے روگردانی کی میں اس کی زندگی کو اس دنیا میں تنگ کر دوں گا اور قیامت کے دن قبر سے اندھا اٹھاوں گا اور یہی شخص قیامت کے دن اللہ کے سامنے کہے گا کہ اللہ میں تو دنیا میں دیکھنے والوں میں سے تھا اور آج تو نے مجھے اندھا اٹھا لیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ فرمائے گا کہ ٹھیک ہے کہ تم دنیا میں دیکھنے والوں میں سے تھے۔ میری کتاب قرآن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ نازل ہوئی تھی آپ نے

[Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel]

اس سے روگردانی کی۔ اس دن آپ نے اس نعمت سے انکار کیا تھا اور آج آپ کو اس نعمت سے محروم کیا جاتا ہے۔

میں جناب چیئرمین! عرض کرتا ہوں کہ شریعت ہم فیشن کے طور پر استعمال نہیں کرتے۔ شریعت جو ہے یہ ایک مسلمان کی انسانی اور بنیادی ضروریات پوری کرتی ہے۔ یہ شریعت کا تقاضا ہے اور شریعت میں یہ نظام زندگی ہے کہ اس سے ظالم اور مظلوم میں فرق کیا جاتا ہے۔ اس شریعت میں ایک مظلوم کی فریاد سے پہلے اس کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ اس شریعت کے تحت حل ہوتے ہیں۔ یہ اسی شریعت کی برکات ہیں کہ ایک بادشاہ اور ایک غلام قاضی کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور قاضی ان کو برابری کی بنیاد پر صفائی کا موقع دیتا ہے۔ بدقسمتی سے اس وقت ایوان میں وزیر قانون بھی موجود نہیں ہیں............

جناب چیئرمین: وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: وہ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں، میری نظر ان کی سیٹ پر ہے، پشت پر نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: آگے پیچھے، دونوں طرف دیکھنا چاہئے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: اس قانون میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اگر ایک اچھی سفارش آجاتی ہے تو اس کے لئے قانون میں کوئی نہ کوئی کونہ نکالا جاتا ہے لیکن شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسا نظام ہے جو یکساں طور پر سب کے مسائل حل کرتا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اگر ہم قائداعظم کے نام لیوا ہیں، اگر ہم قائداعظم کے شیدائی ہیں، اگر ہم قائداعظم کے فدائی ہیں تو آئیں اس ملک میں مل کر شریعت محمدی نافذ کریں۔ انہوں نے بھی پاکستان اس مقصد کے لئے بنایا تھا کہ ہندو الگ رہیں گے اور مسلمان الگ رہیں گے۔ تو آؤ اس پر عمل کریں۔ آئیں، یہ ہے امتحان کا میدان، اگر ہم کالی کملی والے، محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام لیوا ہیں، اگر ہم کلمہ گو ہیں تو ہمیں اس نظام کو، مکہ اور مدینہ کے نظام کو اس ملک میں نافذ کرنا ہو گا اسی میں ہماری نجات ہے اور یہی ہمارا اصل مقصد ہے۔ قیامت کے دن یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ آپ اپنے پاس وہاں کتنا مال و دولت رکھتے تھے بلکہ اس سے یہ پوچھا جائے گا کہ آپ کو دنیا میں جو جوانی دی تھی وہ جوانی کس مد میں خرچ کی، کن مقاصد کے لئے

زندگی گزاری، اس کے سامنے اس کا سارا اعمال نامہ لایا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ یہ ہے آپ کا اعمال نامہ اور یہ ہے آپ کا کارنامہ۔

جناب چیئرمین! آپ سینٹ کے چیئرمین ہیں اس لئے سب سے زیادہ قیامت کے دن آپ سے پوچھا جائے گا۔ میں سینٹ کا رکن ہوں مجھ سے بھی پوچھا جائے گا۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ، آپ مجھے یہ اختیار دے دیں کہ جیسے میری مرضی ہے میں اس بل کو پاس کروالوں تو پھر ضرور مجھ سے آپ جواب طلبی کر سکتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: یہ بات آپ وہاں کہیں، اور اس کا جواب وہاں ہی دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین: اس بل کو کس طرح پاس کیا جائے، یہ اختیار آپ حضرات کا ہے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جس کسی کا جتنا رتبہ ہے اسی لحاظ سے اس سے سوال کیا جائے گا کہ آپ نے اپنے مالک کے ساتھ کتنی غداری کی ہے اس سے بھی قیامت کے دن ایک ایک ذرے کا حساب لیا جائے گا۔ جتنی کسی کی پوسٹ ہے اس کے حساب سے اس سے پوچھا جائے گا۔ آپ سے صدر پاکستان پوچھ سکتے ہیں۔ صدر پاکستان سے عوام پوچھ سکتے ہیں۔ مجھ سے میرے حلقہ انتخاب کے عوام پوچھ سکتے ہیں۔ وہ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کے اشتہار میں یہ لکھا تھا کہ "اسلامی نظام کا علمبردار" "آپ کا مخلص کارکن" آپ کے سامنے ہے۔ آپ کے مسائل میں حل کروں گا اور پھر ان مسائل کے حل کے لئے بڑی دھوم دھام سے یہاں پہنچے تو ہم نے کہا کہ اس کو آج پاس کرو تو یہاں یہ صورت سامنے آتی ہے جیسے دوکانداروں نے اپنی دوکان میں لکھا ہوتا ہے کہ، "آج نقد کل ادھار" یعنی جب "کل" چلا جاتا ہے تو "آج" آجاتا ہے۔ "کل" کبھی نہیں آتا یہاں بھی یہ مسئلہ ہے۔ جناب چیئرمین! ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں صحیح معنوں میں، اگر ہم واقعی مسلمان ہیں اور سچے دین کے شیدائی اور فدائی ہیں اس نظام مصطفیٰ کو جاری و ساری کیا جائے اور اسی میں ہماری نجات ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ، جناب حمزو خان پلیجو۔

جناب حمزو خان پلیجو: جناب چیئرمین! مجھے بڑی خوشی ہے کہ ہمارے معزز دوستوں نے اس بل پر بڑی سخت محنت کی ہے۔ بڑی محنت، نیک نیتی اور جذبے کے ساتھ یہ بل

[Mr. Hamzo Khan Palijo]

پیش کیا ہے میری دعا ہے کہ یہ بل یہاں سے بڑی اکثریت کے ساتھ پاس ہو۔ اس بل کے متعلق، میں سمجھتا کہ گورنمنٹ کی بھی نیت نیک ہے ان کا بھی یہی جذبہ ہے کہ اس ملک کے اندر قرآن وسنت کا قانون نافذ ہو۔ اس لئے میری بزرگ دوستوں سے یہ گزارش ہے اس بل کے متعلق میری تجویز ہے کہ جو چیز ہم قوم کو 'اپنے عوام کو چالیس سال کے بعد دے رہے ہیں' اس کے متعلق بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ، عقل مندی کے ساتھ اور دور اندیشی کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ملک کے اندر کوئی انتشار پھیلے یا قومی یکجہتی کو نقصان پہنچے یا فرقہ واریت کو ہوا ملے۔ اس لئے میں اپنے دوستوں سے ایک بار پھر گذارش کروں گا کہ جہاں چالیس سال گزر گئے ہیں اگر وہاں کچھ مزید وقت ہم لے لیں گے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے میری گذارش ہے کہ اس بل پر ٹھنڈے دل سے ایک بار پھر غور کریں اور جتنے بھی ہمارے ساتھی ہیں وہ بھی اس معاملے پر سوچیں۔ یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ غور فکر کے بعد پھر اس کے متعلق فیصلہ کریں۔

جناب چیئرمین: دس بجنے میں پانچ منٹ ہیں، کیا آپ اجلاس جاری رکھنا چاہتے ہیں یا ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں ابھی کافی حضرات اس بل پر بولنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اسے آج رات ختم کرنا چاہتے ہیں تو یہ بھی آپ کی مرضی ہے اگر ختم کرنا ہے تو پھر میرے خیال میں اجلاس ملتوی کرنے کا یہی مناسب وقت ہے تو کیا ہاؤس کی یہی منشا ہے۔

(آوازیں۔ ملتوی کر دیں)

جناب چیئرمین: تو پھر اجلاس کو کل چھ بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(The House adjourned to meet again at six of the clock in the evening on Monday, the 7th July, 1986)

PCPPI—2662(86) Senate—21-4-88— 300.